العطایا الاحمدیہ
فی
فتاویٰ نعیمیہ
صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی
ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

مجموعہ

# العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ

سنہ ۱۳۹۶ھ و سنہ ۱۹۷۶ء

## جلد چہارم

مصنفہ

مفتی دار العلوم غوثیہ نعیمیہ و شیخ الحدیث

صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

ملنے کا پتہ نعیمی کتب خانہ گجرات

ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۹ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
فون: ۷۲۲۵۰۸۵ - ۷۲۲۱۹۵۳

نام کتاب ———— العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ

جلد ———— چہارم

نام مصنف ———— صاجزادہ اقتدار احمد خان قادری اشرفی

اشاعت ———— نومبر ۱۹۹۹ء

تعداد ———— ۱۱۰۰

کتابت ———— سیف اللہ شاہد کاتب حضرت کیلیانوالہ

ہدیہ ————

ناشر ———— نعیمی کتب خانہ گجرات
ضیاء القرآن لاہور

ملنے کا پتہ

نعیمی کتب خانہ احمد یار خان روڈ گجرات پاکستان

# تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

## خلف الرشید حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی قادری

## بدایونی علیہ الرحمۃ

| | |
|---|---|
| حرمت سیاہ خضاب | جواز سیاہ خضاب میں شفیع اوکاڑوی صاحب کی کتاب کا رد |
| درود تاج پر اعتراضات و جوابات | درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مُسکت جواب |
| راہ جنت بجواب راہ سنت | سرفراز خان گکھڑوی کی کتاب راہ سنت کا منہ توڑ جواب |
| از بلا | رد عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول) |
| المصادر العربیہ | عربی چار ہزار مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت |
| تنقیدات علی مکتوبات | |

۷۸۶ ــــــــــــ ۹۲

# فتوٰی۔ تمام مسلمان مردوں کو خواہ کسی بھی عمر والا ہو کالا خضاب لگانا حرام ہے

سوال نمبر ۱:۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلے میں کہ کیا مسلمان مرد اور عورت کو جب کہ اُس کے بال بڑھاپے سے سفید ہو جائیں۔ سر یا داڑھی پر کالا خضاب لگانا جائز ہے یا حرام یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی۔ آج کل اکثر مساجد کے امام داڑھی اور سر کے بالوں پر بالکل سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور امامت بھی کراتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے تو کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیتے مگر خضاب لگانے سے باز بھی نہیں آتے۔ ابھی حال ہی میں مکتبہ ضیاءُ القرآن لاہور کی مطبوعہ ایک چھوٹی سی کتاب ہماری نظر سے گزری جو تقریبًا اڑتالیس صفحات کی ہے۔ اُس کے مصنف خطیبِ اہلِ سنت علامہ اُوکاڑوی ہیں۔ ہم ان کو بہت اچھی طرح بچپن سے جانتے ہیں پہلے یہ نعت خوان تھے پھر دینی علوم حاصل کر کے عالم دین بنے اہلِ سنت والجماعت کے بہت بڑے قابلِ فخر خطیب ہیں۔ مولانا قبلہ غلام علی اکاڑوی صاحب کے شاگرد ہیں۔ وعظ اور تقریروں کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ نقشبندی سلسلے سے ہیں خود کو سنی بریلوی کہتے ہیں مگر یہ کتاب دیکھ کر ہم کو افسوس بھی ہوا اور حیرانی بھی۔ کہ انہوں نے کالے خضاب لگانے کو جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ تمام علماءِ اہل سنت اس کو حرام کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو حرمتِ خضابِ سیاہ پر ایک کتاب لکھی ہے اُس کے ہوتے ہوئے پھر جواز پر کتاب لکھنا ہم نہیں سمجھتے کہ ایک بریلوی سنی کے لیے یہ کہاں تک مناسب ہے۔ اس لیے آپ کے آستانے پر رجوع کر رہے ہیں کہ آپ اس کتاب کا مکمل جواب تحریر فرمائیں اور مکمل تردید فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت کا مسلک روشن فرمائیں۔ اس وقت آپ کے سوا کوئی ایسا صاحبِ قلم عالم نظر نہیں آتا جو ہماری

علمی تشنگی دور کر سکے۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

دستخط سائلین۔ منجانب علماءِ اہل سنت سیالکوٹ وڈسکہ۔

عبداللطیف شیرازی وغیرہ 9/9/91

## بعونِ العلّام الوہاب

### الجواب

آپ کا مرسلہ استفتاء اور کتاب مسمّی بہ مسئلہ سیاہ خضاب۔ وصول ہوئی۔
میں نے اس کتاب کا بہت غور سے مطالعہ کیا، اس کتاب کی علمی کمزوریوں نے مجھے حیران کردیا
مزید حیرانی یہ کہ ٹائٹل پر القابات کے سلسلے میں حضرت علامہ مرحوم کو مجددِ مسلک اہل سنت
بنایا گیا ہے۔ حضرت علامہ کو میں بھی بہت اچھی طرح قریب سے جانتا ہوں۔ مگر ان کی اس
کتاب کا مجھ کو علم نہیں تھا۔ حضرت علامہ اب وفات پا چکے ہیں اس لیے ان سے تو
کچھ استفسار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اُن کی زندگی میں جب ایک دفعہ گجرات شہر میں میری
اُن سے ملاقات ہوئی اور ان کی خضاب سیاہ لگی داڑھی مبارک کی وجہ سے ان کی
اعزازی امامت میں اُن کے پیچھے میں نے باجماعت نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تو وہ
ازراہِ احترام بالحاظ مصلے سے ہٹ گئے تھے اور نماز نہ پڑھائی تھی بعدہٗ میں نے
مسئلہِ خضاب پر اُن سے گفتگو کرنا چاہی تو یہ فرمایا کہ اس وقت میرا ذہن اِس مسئلے پر حاضر
نہیں ہے۔ معذرت چاہ لی تھی ایک اور ساتھی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے صاحبزادہ
سے اس مسئلے پر گفتگو کیوں نہ فرمائی تو بقول اُس ساتھی کے فرمایا کہ یہ میرے استاد کا
استاد خانہ ہے میں یہاں کسی مسئلہ پر مباحثہ نہیں کر سکتا۔ حضرت علامہ کمال فیاضانہ
طبیعت کے مالک تھے اور ہم میں سب سے زیادہ اخلاقِ حسنہ والے کسی مسئلے پر
اختلاف ہونا علیحدہ بات ہے مگر جہاں تک علمی قابلیت اور وجاہت بشری کا
تعلق ہے تو حضرت مرحوم بہت بلندیوں پر تھے۔ اس کتاب کی علاوہ دیگر کتب عظیم
علمی سرمایہ ہے۔ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار تھے۔ تمام اہل سنت اور
خاص کر اہل کراچی پر آپ کے علمی احسانات بہت ہیں۔ وہ مفتی شفیع دیوبندی جن کو
وہابیوں اور اہل دیوبند نے خدا بنایا ہوا تھا ان کی طاغوتیت کو اگر کسی نے توڑا تو وہ

اِن کی ہی باکمال ذات تھی اِن کا رہائے درخشاں کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ میری دعا ہے کہ
مولیٰ تعالیٰ اُن کے خاندانی چمن میں ہمیشہ بہار رہے۔ آپ کی مرسلہ کتاب جو غالبًا اُن کی
وفات کے بعد پہلی مرتبہ طبع ہوئی اس کے مسئلے سے مجھ کو واقعی اختلاف ہے جس
کا تردیدی جواب میں ضرور ضرور آپ کو دوں گا کیونکہ آپ کے استفتا کے بعد یہ تسلی
بخش جواب دینا مجھ پر فرضِ علمی ہے مگر تعلیمی اعتبار سے حضرت علامہ مرحوم کی یہ کتاب
بہت اہمیت اور ادب والی ہے۔ مسئلہ دلائل اگرچہ کمزور ہے لیکن طرزِ تحریر بہت
میٹھی باادب واحترام ہے۔ رہا ٹائٹل پر لفظ مجدد کا لقب لکھنا تو اس بات کا مجھ کو
یقین ہے کہ ان کی خواہش سے یا اُن کے اپنے قلم سے یہ نہیں لکھا گیا بلکہ بعد کے کسی
ایسے عقیدت مند نے یہ لکھا ہے جو مجدد کی شرعی حیثیت اور اسلام کے اس اعلیٰ
منصب کی حقیقت سے قطعًا ناواقف ہے یہ منصب وہبی ہے کسبی نہیں جو کسی ڈگری
سند، سرٹیفکیٹ، یا تمغہ کی طرح کسی تھالی میں رکھ کر پیش کر دیا جائے اور جسے چاہا
دیدیا جائے یا جو شخص چاہے جس کو چاہے مجدد بناتا پھرے یہ مرتبہ عظمیٰ تو خاص
عطیۂ الٰہیہ ہے۔ جس کو حاصل کرنے اور نبھانے سنبھالنے کے لیے ہزار ہا صلاحیتوں
کی ضرورت ہے۔ فی زمانہ اسلامی مناصب۔ مدارج اور دینی ذمہ داریوں والے مخصوص
تعارفی صفاتی القابات کا استعمال ایک فیشن بنتا جا رہا ہے۔ ہر شخص مفتی و علامہ اور مجدد
ومجتہد بنا پھر رہا ہے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں جب کہ دنیوی عہدوں میں کوئی اپنے
آپ کو پولیس کا سپاہی یا تھانیدار نہیں کہہ سکتا۔ ڈی۔ سی۔ ایس پی۔ کہنا کہلوانا یا لکھنا
تو بڑی بات ہے اور اگر کوئی بیوقوف ایسا کرے بھی تو اُس کو جعلی تھانیدار بننے کے
جرم میں گرفتار کر کے قانونی سزا دی جاتی۔ کہ یہ اس عہدے اور منصب کی توہین
ہے۔ مگر آج اسلامی عظیم عہدوں کی کوئی بھی توہین کرتا پھرے کوئی گرفت نہیں۔ لیکن کوئی
شخص یہ نہ بھولے کہ جس طرح جعلی تھانیدار وغیرہ بننا اِس عہدے کی توہین ہے اور
ایسے جعلی بننے بنانے والوں کو ملکی قانون سزا دیتا ہے۔ اِسی طرح جعلی مفتی۔ مجدد
مجتہد وغیرہ بننا بنانا بھی اِن اسلامی عہدوں کی توہین وگستاخی ہے جس کی سزا آخرت
میں یقینًا ملے گی اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔ دنیا میں تو لوگوں نے اس چیز کو کھیل
بنا لیا ہے لیکن آخرت میں۔ دیگر جرائم کی طرح اس جرم کا پتہ چل جائے گا۔ نیز مجدد

مسلک اہل سنت لکھ کر۔ لکھنے یا لکھانے والے نے مزید نادانی کا ثبوت دیا کیونکہ اضافت سے مجددیت کو تقسیم کر دیا۔ حالانکہ یہ خدا داد عہدہ علاقہ یا حصہ دار عملی یا علاقائی منصب نہیں ہے تو بفرمانِ حدیثِ مقدس، ہر صدی بعد پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک ہی خوش قسمت دیا اصلاحیت شخصیت پر عطیۂ الٰہیہ ہوتا ہے اور اسلام کے ہر شعبہ میں پورے سو سال تک اس ہی ایک مجدد منجانب اللہ کے فیوض و برکات و تجدیدی کارنامے جاری و طاری رہتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مجددِ مسلک اہل سنت ہو اور دوسرا کوئی مجدد مسلک اہل حدیث ہو۔ یا نماز کا مجدد علیحدہ زکوٰۃ کا مجدد علیحدہ۔ صبح کا علیحدہ شام کا علیحدہ۔ پھر تو ایک ایک وقت میں سینکڑوں مجدد بنتے چلے جائیں گے ہر شوقین آدمی اپنے گھر کا علیحدہ مجدد بن بیٹھیگا۔ یہی وہ غلط عقیدت مندی ہے جو قیامت کی نشانیاں ہیں وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ یہ تو تھا پہلے ٹائٹل کی اَلقابی عبارت پر تبصرہ اور شرعی گرفت اب آئیے اندر کے مسئلے کی طرف تو چونکہ اس مسئلے کے جواز پر میرے پاس ایک چھوٹی سی اور مکمل کتاب بھیجی گئی ہے اس لیے میں بھی اس کا تحریری تردیدی جواب صرف سطری فتوے کی شکل میں نہیں بلکہ مکمل ہر ہر سطر کا مدلل جواب دیتے ہوئے ایک کتاب ہی کی شکل میں پیش کروں گا۔ اور اصول جواب کے مطابق پہلے شرعی مسئلہ اور کالے خضاب کا اسلامی حکم۔ پھر اُس کے تمام دلائل اور پھر دیگر فقہاءِ کرام ائمہ مجتہدین کے نظریات و مسلک اور پھر حضرت محترم علامہ مرحوم کے پیش کردہ تمام دلائل کا نمبروار جواب تاکہ موافقین سائلین کی تسلی و تشفی کے لیے اور مخالفین کی مزید مخالفت و اعتراض و سوال کرنے کی رکاوٹ میں کوئی گوشہ تشنہ یا کسر باقی نہ رہے سب توفیقیں میرے اللہ تعالیٰ کو ہیں وہ ہی مجھ پر اس تحریر میں آسانیاں اور درستیاں نازل فرمانے والا ہے وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔

قانونِ شریعت کے مطابق متفقہ طور پر تمام ائمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک مسلمانوں کو اپنے سر اور داڑھی شریف کے بالوں پر بالکل سیاہ خضاب لگانا قطعاً حرام ہے جو دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ متعدد احادیث سے اس کی حرمت ثابت ہے اور ایک مسلمان کی تسلی کے لیے تو آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہی کافی ہیں۔ مگر فی زمانہ مخالفین کے جاہلانہ اعتراض کے پیش نظر۔ احادیثِ مبارکہ

حنفی مالکی شافعی حنبل بنتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس لیے اب ہم مجتہدین کرام کے فرامین سے حرمت خضاب سیاہ کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ بیروت کی طبع کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد دوم کے صفحہ ۴۶ اور صفحہ ۴۷ پر اس کے مصنف علامہ امام عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں کہ چاروں ائمہ کالا خضاب لگانا ناجائز فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ۔ اَلْمَالِکِیَّۃُ یُکْرَہُ تَنْزِیْہًا لِلرَّجُلِ صِبَاغَۃُ شَیْبِہٖ بِالسَّوَادِ وَمَحَلُّ الْکَرَاہَۃِ اِذَا لَمْ یَکُنْ ذَالِکَ لِغَرْضٍ شَرْعِیٍّ کَاِرْھَابِ عَدُوٍّ فَاِنَّہٗ لَاحَرَجَ فِیْہِ بَلْ یُثَابُ عَلَیْہِ وَاَمَّا اِذَا کَانَ لِغَرْضٍ فَاسِدٍ کَاَنْ یَّغُشَّ اِمْرَاَۃً یُرِیْدُ زَوَاجَہَا فَاِنَّہٗ یَحْرُمُ۔ (اَلْحَنَفِیَّۃُ) قَالُوْا وَکَذَا یُکْرَہُ لَہٗ صِبَاغَۃُ شَعْرِہٖ بِالسَّوَادِ۔ (اَلْحَنَابِلَۃُ) قَالُوْا یُسَنُّ الْخِضَابُ بِالْحِنَاءِ وَنَحْوِھَا کَالزَّعْفَرَانِ اِمَّا الصِّبَاغَۃُ بِالسَّوَادِ فَاِنَّہٗ مَکْرُوْہٌ مَالَمْ یَکُنْ لِغَرْضٍ شَرْعِیٍّ فَاِنَّہٗ لَایُکْرَہُ اَمَّا اِذَا کَانَ لِغَرْضٍ فَاسِدٍ کَالتَّلْبِیْسِ عَلٰی اِمْرَاَۃٍ یُرِیْدُ زَوَاجَہَا فَاِنَّہٗ یَحْرُمُ (اَلشَّافِعِیَّۃُ) قَالُوْا یُکْرَہُ صِبَاغَۃُ اللِّحْیَۃِ وَالشَّعْرِ بِالسَّوَادِ اِلَّا الْخِضَابُ بِالصُّفْرَۃِ وَالْحُمْرَۃِ فَاِنَّہٗ جَائِزٌ۔ ترجمہ۔ یعنی چاروں ائمہ اسلامیہ کے نزدیک کالا خضاب لگانا حرام مکروہ اور ناجائز ہے۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے بلکہ حرام ہونا متفق علیہ ہے۔ دلیل آٹھویں۔ مسلک حنفی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کالا خضاب لگانا حرام ہے۔ فقہ حنفی کی صحاح ستہ ۱۔ فتاوی درمختار شامی ۲۔ فتاوی عالمگیری ۳۔ فتاوی فتح القدیر ۴۔ فتاویٰ بحرالرائق ۵۔ فتاویٰ قاضیخان ۶۔ فتاویٰ بزازیہ۔ اور فتاوی امام محمد کے ظاہر روایت میں کالے خضاب لگانے کو حرام اور مکروہ تحریمی لکھا ہے ان فقہاء احناف کے فرمودات ہی مسلک حنفی ہے اور پھر اس زمانے میں امام احمد رضا مجدد ملت سے بڑا حنفی کون ہے آپ نے تو حرمت خضاب سیاہ کے بارے میں نہایت مضبوط دلائل سے ایک کتاب لکھ دی جس کا نام مبارک حکُّ الْعَیْبِ فِیْ حُرْمَۃِ تَسْوِیْدِ الشَّیْبِ ہے۔ تمام فقہاء احناف کی عبارات کا خلاصہ فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت ہے جلد ۴ صفحہ ۱۳۹ پر ہے

وَاَمَّا الْخِضَابُ بِالسَّوَادِ (الخ) فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لِيُزَيِّنَ نَفْسَهٗ لِلنِّسَاءِ اَوْ يُحَبِّبَ نَفْسَهٗ اِلَيْهِنَّ فَذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَائِخِ۔ ترجمہ
جو مرد مسلمان کالا خضاب صرف عورتوں کے لیے لگائے۔ جہاد میں جانے کے وقت یا کفار کے رکھاوے کے لیے نہ ہو تو اس کو کالا خضاب مکروہ تحریمی یعنی حرام ظنی ہے۔ نویں دلیل۔ مسلک مالکی۔ حضرت امام علامہ محی الدین شرف الدین ابوزکریا نووی شارح مسلم شریف جن کے متعلق مشہور ہے مالکی مسلک کے تھے بعض لوگوں نے ان کو شافعی المذہب لکھا ہے واللہ اعلم اپنے مذہب کے نہایت مستند فقیہ تھے۔ وہ شرح مسلم جلد دوم ص ۱۹۹ مطبوعہ سعید کراچی میں لکھتے ہیں وَيَحْرُمُ خِضَابُهٗ بِالسَّوَادِ عَلَى الْاَصَحِّ وَقِيْلَ يُكْرَهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيْهِيَّةً وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيْمُ لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا وَقَالَ الْقَاضِيْ اِخْتَلَفَ السَّلَفُ (الخ) هٰذَا مَا نَقَلَهُ الْقَاضِيْ وَالْاَصَحُّ وَالْاَوْفَقُ لِلسُّنَّةِ مَا قَدَّمْنَاهُ عَنْ مَذْهَبِنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ترجمہ۔
اور قطعاً حرام ہے کالا خضاب لگانا۔ صحیح مذہب میں اور (بعض مجہول افراد کی طرف سے) کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور صحیح و مختار (سب فقہا کا اختیار کیا ہوا) مذہب یہ ہی ہے کہ کالا خضاب حرام ہے اس فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کہ اور بچتے رہنا ہمیشہ خضاب کی سیاہی سے۔ یہ ہی ہمارا مذہب ہے۔ لیکن قاضی نے کہا ہے کہ گزشتہ کچھ لوگوں نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے یہ باتیں تو قاضی کی نقل کردہ ہیں۔ مگر صحیح سچا اور سنت کے مطابق وہی مذہب ہے جو ہم نے ابھی پہلے بیان کیا جو ہمارا مذہب ہے۔ اس تمام عبارت سے کتنا صاف ثابت ہوا کہ امام مالک اور یا امام شافعی (بقول شخصے) کا مذہب بھی یہ ہے کہ کالا خضاب لگانا حرام ہے امام نووی اپنے امام مالکؒ یا شافعیؒ کا مذہب اس ابو قحافہ والی حدیث وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ سے استنباط و استنعال کر کے بیان فرما رہے ہیں۔ اور قاضی کی بات کی سخت الفاظ میں تردید فرما رہے ہیں۔ دسویں دلیل۔ امام شافعی کا مسلک۔ فتاویٰ بحوری جلد دوم ص ۱۶۶ پر ہے۔ وَالْاِخْضَابُ بِالسَّوَادِ حَرَامٌ عِنْدَ الْجَمَاهِيْرِ وَوَرَدَ

عَلَیْہِ وَعِیْدٌ شَدِیْدٌ فِی الْاَحَادِیْثِ۔ ترجمہ۔ سیاہی سے خضاب لگانا حرام ہے ہر مسلک کے جمہور فقہا علما کے نزدیک اور احادیث مبارکہ میں تو اس خضاب سیاہ لگانے پر سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ گیارھویں دلیل، مسلک حنبلی ابھی پہلے مسند احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے۔ یَکُوْنُ قَوْمٌ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ (الخ) والی حدیث ہم نے بیان کر دی اس سے بھی حنبلی مذہب واضح وثابت ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک بھی کالا خضاب حرام اور باعث عذاب ہے ومحرومی جنت ہے چنانچہ فتح الباری جلد دھم ص۳۵۴ پر امام احمد وامام شافعی کا مذہب ان لفظوں سے نقل فرما رہے ہیں وَفِی السَّوَادِ عَنْہُ کَالشَّافِعِیَّۃِ رِوَایَتَانِ۔ اَلْمَشْہُوْرَۃُ یُکْرَہُ وَقِیْلَ مُحَرَّمٌ۔ نیز حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ والی حدیث امام احمد نے نقل فرمائی۔ اور اس میں وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ کے الفاظ ہیں ان الفاظ سے فقہا نے حرمت کا استدلال کیا ہے۔ امام احمد حنبل بھی اسی سے حرمت کا استدلال فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ ابھی تک دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ احادیث میں بھی خضاب سیاہ سے سخت نفرت وممانعت فرمائی گئی اور آئمہ اربعہ کے مذاہب سے بھی حرمت خضاب ثابت اب اگر اب بھی کوئی نہ مانتے ضد پر اڑا رہے تو وہ منکر احادیث ہونے کی گستاخی وگمراہی کے علاوہ اپنے امام مذہب کی تقلید سے منہ موڑ کر انحراف کر رہا ہے اور دین میں نئے فرقے کو جنم دے رہا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

---

ان گیارہ دلائل کے بعد اب ہم علامہ خطیب پاکستان اکاڑوی نقشبندی صاحب مرحوم کی اس کتاب کا مکمل طور پر تردیدی جواب دیتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے دو باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائیں۔ (پہلی بات) یہ کہ اس کتاب میں مندرجہ ذیل کمزوریاں ہیں ۱ ایک کمزوری یہ کہ اس کے بعض حوالے غلط ہیں ان کتابوں میں وہ عبارتیں سرے سے ہی نہیں ہیں جو اس کتابچہ میں بڑے فخر سے لکھ دی گئی ہیں ۲ دوسری یہ کہ کچھ عبارتوں کا مطلب اور معنی مصنف نے نہیں سمجھا اور اوٹ پٹانگ الفاظ لکھ کر دلیل بنانے کی کوشش بے فائدہ کی ۳ کچھ حوالے ایسے پیش کئے گئے ہیں کہ اس مصنف کی اصل مسلکی عبارت چھوڑ کر دہ عبارت درج کر دی جس کی خود صاحب کتاب تردید کر رہے

ہیں ۴ چوتھی کمزوری یہ کہ بعض حوالوں میں توڑ موڑ کرکے خیانت کی گئی ہے ۵ اپنا باطل نظریہ بچانے کے لیے جھوٹی من گھڑت روایتوں کا سہارا پکڑا گیا ہے ۶ چھٹی کمزوری یہ کہ بعض بڑوں کی طرف بلا ثبوت اور غلط بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ بھی خضابِ سیاہ لگاتے تھے اور جواز کے قائل تھے حالانکہ آج تک اِس کا کوئی ثبوت پیش نہ سکا ۷ ساتویں کمزوری یہ کہ بعض عبارتوں کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے ۸ آٹھویں یہ کہ صحیح احادیث کو صرف اپنی مطلب برآری کے لیے نہایت خستہ اور غلط انداز میں غیر صحیح کہا گیا ہے ۹ بعض جگہ حدیث پاک کو صحیح مانتے ہوئے اس میں غلطی نکالی گئی۔ والعیاذ باللہ غرض کہ مصنفِ کتاب ھٰذا نے اللہ رسول سے بے خوف ہو کر نہایت غصیلے اور جذباتی انداز میں اپنی پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس تصور سے یہ کتابچہ لکھی ہے کہ گویا اِس وقت پورے جہان میں اِس کتاب کا تردیدی جواب کوئی نہیں دے سکتا۔ کاش اِس وقت علامہ بقید حیات ہوتے تو تحریر سے پہلے لفظاً، تقریراً و مکالمتاً اُن سے گفتگو ہو جاتی میں یقین کرتا ہوں کہ حضرت علامہ خطیب کراچی صاحبِ مضمون مرحوم اپنی اس تحریر سے ضرور رجوع فرما لیتے اور اُن کو اپنی علمی فکری تحریری کمزوریوں کا شدت سے احساس ہو جاتا۔ بہرکیف اب ہم اگلی سطور میں تردیدی جواب کے ساتھ ان کمزوریوں کی با دلائل نشاندہی بھی کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوسری دلیل۔ یہ کہ کسی ایک حدیث شریف میں بھی کالے خضاب کا جواز ثابت یا مذکور نہیں نہ ہی اِس کتاب میں کوئی حدیث پیش کر سکے۔ صرف ایک من گھڑت اور موضوع روایت کو ابن ماجہ سے پیش کرکے فخر یہ سہارا حاصل کر رہے ہیں حالانکہ تمام محدثین اس روایت کو غلط اور ضعیف کہتے ہیں جیسا کہ ثابت کیا جائے گا تقریباً اٹھارہ احادیث مبارکہ میں حرمتِ خضابِ سیاہ مذکور ہے۔ یہاں تک کہ کسی مجاہد کے لیے بھی کسی جنگ کی حالت میں کالا خضاب لگانے کی اجازت کسی حدیث پاک سے صراحتاً ثابت نہیں۔ مجاہدین کو صرف بحالتِ جہاد کالے خضاب کی اجازت فقہاءِ کرام نے ایک حدیث سے استنباط کرکے دی ہے گویا کہ مجاہد کو کالے خضاب کی اجازت ملنا فقہی اور استنباطی مسئلہ ہے نہ کہ حدیث و قرآن کا یہ بات تمام مسلمانوں کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہئیں اور یہ استنباط اُس حدیث پاک سے مستنبط فرمایا گیا کہ جنگ میں دھوکہ دینا جائز ہے

تو چونکہ سیاہ خضاب سراسر دھوکے بازی ہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اس لیے کفار پر اپنی جوانی کا دھوکہ ڈالنے کے لیے جائز ہوا اور جس طرح دیگر مسلمانوں کو دھوکہ دینا جائز نہیں اُسی طرح خضاب کالا لگانا بھی جائز نہیں خاص کر نکاح کرنے کے لیے کسی عورت یا اس کے لواحقین کے سامنے کالا خضاب لگا کر جانا تو بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ مگر عیش پرست لوگ اس کو نہیں سمجھیں گے۔ مندرجہ بالا فتوے کا خلاصہ۔ اس فتوے میں پانچ چیزیں بیان کی گئیں اوّلاً یہ کہ احادیث مبارکہ میں خضابِ سیاہ کی صرف حرمت اور ممانعت ہی مذکور ہے۔ جواز یا تحسین کا کسی بھی شخص کے لیے کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں کوئی ذکر نہیں لہٰذا جو شخص مرد مسلمان کالا خضاب لگائے وہ سراسر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ اور شریعت کا مقابلہ۔ ثانیاً یہ مجاہد کے لیے کالا خضاب لگانا احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ فقہاءِ کرام کا استنباطی مسئلہ ہے اور اس میں بوقتِ مجبوری کی شرط کے ساتھ سینکڑوں قیدیں لگائی گئیں ہے مثلاً ۱۔ جہاد کے لیے نکلتے وقت لگائے ۲۔ سب بال سفید ہوں تب لگائے ۳۔ سفر میں کالا خضاب ساتھ رکھے تاکہ آدھا کالا آدھا چٹا نہ بن سکے اور بجائے دشمن پر رعب ڈالنے کے خود مذاق ہی نہ بن جائے ۴۔ جہاد سے واپس آ کر مجاہد کے لیے بھی کالا خضاب حرام ہے اور فی زمانہ مجاہدین کے لیے کالا خضاب جائز نہیں کیونکہ آج کل کے جہاد کی نوعیتیں ہی بدل گئی ہیں نہ آج کل دوبدو آمنے سامنے لڑائیاں ہوتی ہیں نہ تیر تلوار چلانے کی مشقت کے بہادرانہ مظاہرے بلکہ آج کل تو سفید بال آنے سے پہلے پہلے فوجی کو نوکری سے سبکدوش در ریٹائر کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے آج کل میدان جہاد میں بھی کالا خضاب جائز نہیں۔ ثالثاً اپنی بیوی کے دکھلاوے کے لیے یا دوسری کرنے کے لیے خضاب سیاہ لگانا بھی حرام ہے کیونکہ یہ سراسر دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا حرام ہے۔ رابعاً یہ کہ کالے خضاب میں زینت نہیں ہے بلکہ بد زینتی ہے کیونکہ خضاب سے نیچے کی کھال بھی سیاہ ہو جاتی ہے۔ اور چند دن بعد جب کہیں کہیں سفید بال ظاہر ہوتے ہیں تو آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر انسان زیادہ بدصورت لگتا ہے۔ بلکہ مضحکہ خیز بن جاتا ہے۔ خامساً یہ کہ کسی بھی بزرگ مشائخ یا علماء نے کبھی کالا خضاب نہ لگایا نہ ہی جائز کہا یہ جو بعض لوگ پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کی جانب

جواز کا فتویٰ منسوب کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ اور مطلب برآری کے لیے اِتّہام کاذبہ ہے نہ عملاً ثابت نہ تحریراً۔ اس کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اگلی سطور میں کی جائے گی ہاں البتہ پہلے زمانوں کے فقہاء کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی کتب میں حرمت خضاب یا کراہتِ خضابِ سیاہ کا ذکر کرنے کے بعد قَالَ بَعضُ یا قِیلَ کے صیغہائے تمریض سے کچھ مجہول لوگوں کا ذکر کرتے ہیں کہ بعض غیر معروف لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے تو یہ کوئی دلیل یا سند نہیں ایسے تخریب کار فاسقین تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حدیثِ رسولُ اللہ کے مقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

---

## علامہ خطیب مصنف صاحب اکاڑوی کی کتاب خضاب سیاہ کا تردیدی جواب

غلطی ۱:۔ اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر لکھا ہے۔ مجدد مسلکِ اہل سنّت۔ **جواب**۔ یہ لقب دینا قطعاً جھوٹ اور غلط ہے۔ بلا ثبوتِ شرعی کسی کو مجدّد کہنا گناہ ہے۔ خاص کر نقش بندی حضرات تو مجددِ الف ثانی کے بعد کسی کو بھی مجدد نہیں مانتے۔ اگر علامہ مرحوم حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو یہ لقب کبھی نہ لکھنے دیتے ۲ صفحہ ۵ پر ایک سوال لکھا ہے جس میں چھ باتیں درج ہیں۔ جواب۔ سوال کی اس جذباتی اور غضبیلی طرز سے ہم متفق نہیں۔ مسائل میں گرم مزاجی نامناسب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین میں تشدد اور تندخوئی نہیں ہونی چاہیئے اس لیے کہ اس کا اثر ہمیشہ اُلٹا ہوتا ہے۔ سوال اشتہاری کی سخت گیری کا ہی یہ اثر ہے کہ جواب میں خاصہ تشدد ہے۔ غلطی ۳ صفحہ ۶ پر الجواب کے ضمن میں سطر ۲ میں لکھا ہے۔ جواب۔ اس طرح سیاہ خضاب بھی مجاہدین کے لیے بالاتفاق جائز ہے لیکن یہ جواز احادیث میں سے نہیں حدیث سے کبھی ثابت نہیں صرف فقہا کا استنباطی مسئلہ ہے وہ بھی کئی طرح کی قیود کے ساتھ گھر بیٹھے مجاہد کے لیے بھی جائز نہیں اسی صفحہ کی سطر ۳ پر لکھا ہے۔ البتہ محض زینت کے واسطے سیاہ خضاب کرنے میں

جواز کا فتویٰ منسوب کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ اور مطلب برآری کے لیے اِتہام کاذبہ ہے نہ عملاً ثابت نہ تحریراً۔ اس کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ اگلی سطور میں کی جائے گی ہاں البتہ پہلے زمانوں کے فقہاء کرام علیہم الرضوان اپنی اپنی کتب میں حرمۃ خضاب یا کراھتِ خضابِ سیاہ کا ذکر کرنے کے بعد قَالَ بَعْضُ یا قِیْلَ کے صیغہائے تمریض سے کچھ مجہول لوگوں کا ذکر کرتے ہیں کہ بعض غیر معروف لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے تو یہ کوئی دلیل یا سند نہیں ایسے تخریب کار فاسقین تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ حدیثِ رسولُ اللہ کے مقابل ان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

---

## علامہ خطیب مصنف صاحب اکاڑوی کی کتاب خضاب سیاہ کا تردیدی جواب

غلطی ۱۔ اس کتاب کے سرورق (ٹائٹل) پر لکھا ہے۔ مجدد مسلکِ اہل سنت۔ **جواب**۔ یہ لقب دینا قطعاً جھوٹ اور غلط ہے۔ بلا ثبوتِ شرعی کسی کو مجدد کہنا گناہ ہے۔ خاص کر نقش بندی حضرات تو مجددِ الف ثانی کے بعد کسی کو بھی مجدد نہیں مانتے۔ اگر علامہ مرحوم حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو یہ لقب کبھی نہ لکھنے دیتے ۲ صفحہ ۵ پر ایک سوال لکھا ہے جس میں چھ باتیں درج ہیں۔ جواب۔ سوال کی اس جذباتی اور غضبیلی طرز سے ہم متفق نہیں۔ مسائل میں گرم مزاجی نامناسب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین میں تشدد اور تندخوئی نہیں ہونی چاہئے اس لیے کہ اس کا اثر ہمیشہ اُلٹا ہوتا ہے۔ سوال اشتہاری کی سخت گیری کا ہی یہ اثر ہے کہ جواب میں خاصہ تشدد ہے۔ غلطی ۳ صفحہ ۶ پر الجواب کے ضمن میں سطر ۲ میں لکھا ہے۔ جواب۔ اس طرح سیاہ خضاب بھی مجاہدین کے لیے بالاتفاق جائز ہے لیکن یہ جواز احادیث میں سے نہیں حدیث سے کبھی ثابت نہیں صرف فقہا کا استنباطی مسئلہ ہے وہ بھی کئی طرح کی قیود کے ساتھ گھر بیٹھے مجاہد کے لیے بھی جائز نہیں اسی صفحہ کی سطر ۳ پر لکھا ہے۔ البتہ محض زینت کے واسطے سیاہ خضاب کرنے میں

اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حرام ومکروہ ہے اور بعض کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے
جواب۔ یہ عبارت اگلی ساری کتاب کی بنیاد ہے اسی عبارت کو مصنف نے سہارا بنا کر یہ
کتاب اور اسی چند حرفی عبارت کی اساس پر اپنے اس کتابی گھروندے کو تعمیر کرنے کی
لغزش کر گئے۔ حالانکہ اسی ذرا سی ایک فطری عبارت میں بھی مصنف مرحوم نے تین لغزشیں
کیں۔ پہلی لغزش یہ کہ مصنف نے کالے خضاب کو زینت کا نام دیا۔ حالانکہ کالے خضاب
لگانے میں تو تھوڑی سی بھول چوک سے چہرہ انتہائی بدصورت اور بھیانک ہو جاتا ہے
جیسا کہ خضاب زدہ لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ دوسری لغزش یہ کہ مصنف مذکور نے
فرمایا کہ بعض کے نزدیک حرام ومکروہ ہے۔ مصنف کی کتنی عجیب بھول ہے یا عمداً
لغزش ہے کہ خود اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ شامی
کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فَذَالِکَ مَکْرُوْہٌ وَعَلَیْہِ عَامَّۃُ الْمَشَائِخِ اور
اسی طرح صفحہ ۱۴ پر اشعۃ اللمعات سے محدثِ اہل سنت حضرت عبدالحق دہلوی علیہ
الرحمۃ کا قول نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ خضاب بسواد مکروہ بود نزد اکثر
مشائخ۔ ترجمہ تینوں عبارتوں کا۔) کہ عام اور اکثر مشائخ کے نزدیک سیاہ خضاب
مکروہ ہے۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک کالا خضاب مکروہ ہے وہ مکروہ
تحریمی جس کو اصطلاحِ فقہ میں حرام ظنی کہا جاتا ہے، کیا ہم سمجھ لیں کہ مصنف علّام
کا عام علم عام۔ اکثر اور بعض کے فرق سے بھی ناآشنا ہے۔ مصنف صاحب کو اتنا
بھی نہیں پتہ کہ اکثریت کا درجہ عند الاسلام و اسلامی فقہ میں کیا ہے۔ اس لیے اس سخت
فحش اور خود ساختہ غلطی کی نشاندہی اور اصلاح ضروری ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک
۱۔ لفظ عامۃ المشائخ سے جمہور فقہاء عظام مراد ہوتے ہیں۔ مصنف نے دونوں
مسئلوں یعنی سیاہ خضاب کے جائز و ناجائز ہونے میں۔ بعض۔ کہہ کر عمداً غلطی کا
ارتکاب کیا ہے جو امانت داری کے سراسر خلاف ہے۔ ۲۔ لفظ اکثر سے حکم شرعی کی
مراد کلیت ہوتی ہے چنانچہ علم اصولِ فقہ میں لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ اکثر کو تمام افراد کا
درجہ دیا گیا ہے۔ لہٰذا عامۃ المشائخ اور اکثر مشائخ کا معنی ہوا کہ اسلام کے تمام
فقہا علما فضلا سیاہ خضاب کو مکروہ تحریمی ہی کہتے ہیں ۳۔ اصطلاحِ فقہ میں لفظ
بعض۔ لفظِ قیل۔ لفظ قَالَ بَعْضُ سے ایک یا چند مجہول اور غیر مشہور نامعتبر فرد

افراد اور لوگ مراد ہوتے ہیں جو خود مصنف کتاب محولہ کے نزدیک مردود و ناپسندیدہ ہوتے ہیں ؂۴ اصلاح فقہ میں لفظِ مکروہ مطلقاً سے مراد ہمیشہ مکروہ تحریمی لیا جاتا ہے ؂۵ اور مکروہ تحریمی سے مراد حرام ظنی ہوتا ہے ۔ فقہاء کرام کی یہ اصطلاحیں کتبِ اصول فقہ اور کتبِ فتاویٰ میں موجود ہیں ۔ مگر مصنفِ مذکور نے کراہت خضاب سیاہ کو منسوب الی البعض کر کے اپنی بے علمی اور اس بات کا ثبوت مہیا کیا کہ مصنف صاحب فقہاءِ عظام کی اِن اصطلاحات و کتبِ اصول سے بالکل ناواقف ہیں ۔ اگر خدانخواستہ واقعی ایسا ہی ہے تو پھر ایسی مشکل کتابیں لکھنے کا شوق ہی کیوں ہوا پہلے کتب بینی کرنی چاہئے تھی تاکہ لکھنے میں احتیاط ہوتی ۔ ایسی بے احتیاطیاں تو مسلک کا سراسر نقصان و تضیع وقت ہے ۔ مصنف کی (تیسری غلطی) یہ کہ ۔ زینت کے واسطے سیاہ خضاب کرنے میں اختلاف ہے یہ بھی غلط ہے ۔ سیاہ خضاب کی حرمت اور کراہت میں کوئی اختلاف نہیں ۔ اس غلطی سے یہ ثابت ہوا کہ مصنفِ صاحب کو فقہی لحاظ سے متفق علیہ ۔ اور مختلف فیہ کی تعریف نہیں آتی ورنہ وہ بعض ۔ بعض کہہ کر اس کو اختلافی مسئلہ نہ بناتے ۔ آج کل یہ عام رواج پیدا ہو گیا ہے کہ جس مولوی کو کوئی مسئلہ یاد نہ ہو اور غلط مسئلہ سنائے جب اُس کو ٹوکا روکا جائے تو جان چھڑانے کے لیے یہ ہی کہتا ہے کہ جناب یہ اختلافی مسئلہ ہے بالکل یہی روش اس کتاب میں اختیار کی گئی ہے اختلاف اختلاف کہہ کر مسئلے بتانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ۔ اسلام میں ہر چیز کے لیے ضابطے مقرر ہیں ضابطوں کو توڑنا مروڑنا فرقہ بازوں کا وطیرہ ہے خیال رہے کہ اختلافی مسئلہ صرف وہ ہوتا ہے جن میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہو اس طرح فقہ میں متفق علیہ مسئلہ بھی وہی ہے جس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو اور یہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا کہ کالا خضاب لگانا ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ۔ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل ۔ تمام کے نزدیک حرام ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ حرمتِ خضاب کو اختلافی مسئلہ نہ فرمایا ۔ اس لیے کہ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے نہ کہ اختلافی اس کے لیے مصنفِ مرحوم کو شرح نبراس اور عقودِ رسم المفتی جیسی قانونی کتابیں پڑھنی چاہئے تھیں تب ایسی غلطی نہ فرماتے ۔ خیال رہے کہ مسئلہ کا اختلافی ہونا اور مسئلے میں مختلف اقوال ہونا اس میں فرق ہے ۔ ہمارے بھولے

بھائے مصنف کو بھلا ان باریکیوں سے کیا غرض کسی مسئلے میں مختلف اقوال ہونا اس کو اختلافی نہیں بناتا ورنہ تو پھر کوئی مسئلہ بھی متفق علیہ نہ ملے گا۔ اسلام کے ہر ہر مسئلے میں تخریب کار شامل ہیں۔ تاریخ ہو یا تفسیر شرح ہو یا فقہ وغیرہ وغیرہ۔ لطیفہ۔ اس طرح کا ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کراچی ہی کے ایک صاحب سے اچانک کسی نے سوال کر دیا کہ جناب بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ ہو گیا یہ کون سے ملک میں ہے سوءِ اتفاق سے خطیب صاحب کو اس کا علم نہ تھا مگر اس کہنے میں کہ مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے اپنے مقتدیوں کے سامنے خفت اور شرمندگی محسوس کی۔ فوراً کہتے ہیں کہ یہ ملک عراق میں ہے۔ اس پر کسی دوسرے صاحب نے کہا کہ نہیں جناب یہ غلط ہے ابھی وہ شاید کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ خطیب صاحب نے فوراً فرمایا۔ دراصل یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اختلافی مسئلے نہ پوچھا کرو۔ اس طرح کہہ کر جان تو چھڑا لی مگر بات بہت مشہور ہوئی۔ کچھ لوگوں کا یہ لفظ تکیہ کلام بن چکا ہے۔ اگر یہ حرمت خضاب کا مسئلہ اختلافی ہوتا تو مصنف صاحب کو چاہئے تھا کہ اس پر بھی کسی کتاب مستند کا حوالہ پیش کرتے۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ جس کی ممانعت پر صاف صاف احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں اس میں بعد والا کوئی شخص مجتہد یا فقیہ اختلاف کی جرأت کرے۔ احادیث مبارکہ کے صریحی حکم سے مخالفت تو کوئی گمراہ ہی کر سکتا ہے۔ بہرحال یہ مسئلہ اختلافی نہیں ہے نہ ہو سکتا ہے اس کو اختلافی کہنا مصنف مذکور کی خاصیت ہے۔ چوتھی غلطی۔ کتابچی کے صفحہ ۷ پر کچھ روایتیں نقل کی ہیں جس میں صرف خضاب کا ذکر ہے کسی رنگ کا ذکر نہیں صفحہ ۸ پر مصنف نے اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو مطلق خضاب قرار دیا ہے۔ اور اپنی اس لغزش پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لو حضرات احادیث سے ہر قسم کے خضاب کی اجازت مل گئی اب کھلی چھٹی ہے خوب جی بھر کر من مانیاں کر لو اور اپنی بات پر آنکھیں بند کر کے فتح الباری شرح بخاری کا حوالہ بھی جڑ دیا۔ لکھتے ہیں۔ وَقَدْ تَمَسَّکَ بِہٖ مَنْ اَجَازَ الْخِضَابَ بِالسَّوَادِ۔ ترجمہ۔ اور بے شک اس حدیث سے تمسک کیا ہے اس نے جس نے کالے خضاب کی اجازت دی ہے۔ (جواب) اس عبارت سے مصنف مذکور کو یہ دھوکہ لگا کہ انہوں نے سمجھ لیا شاید فتح الباری شرح بخاری کے مصنف شارح

ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے بوڑھوں پر گزرے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا وَخَالِفُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ۔ (بحوالہ مسند احمد۔ عینی شرح بخاری ص۵ اور فتح الباری ص۲۹۹ جلد ۱۰) ترجمہ۔ اے گروہ انصار اپنی داڑھیوں کو سرخ اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ اس حدیث پاک میں۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کی مخالفت میں جو خضاب لگاتا ہے اس کی وضاحت فرمادی گئی۔ کہ پہلی احادیث میں جو فقط خضاب کا ذکر ہے تو اس کو کوئی اپنی حماقت سے مطلقاً نہ سمجھے نہ سیاہ خضاب کے جواز پر دلیل بنائے۔ نہ دھوکہ کھائے اور نہ دھوکہ دینے کی کوشش کرے بلکہ وہاں خضاب سے مراد حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا۔ والا۔ سرخ و زرد ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے تو فَقَدْ تَمَسَّکَ و اے احمق شخص کی کمر توڑی ہے اور اس کے تمسک کو باطل کیا ہے مگر وہ ہمارے علامہ مرحوم فتح الباری کا سہارا لے کر پھر اسی باطل کی طرف مائل ہو گئے فتح الباری میں جس کی تردید ہے۔ اور تمام شارحین اس غلط تمسک کی کیوں نہ تردید کریں جب کہ وہ جانتے ہیں کہ مطلق کیا ہوتا ہے اور مقید کیا بلکہ آج مدرسے کا چھوٹا طالب علم بھی علم اصول فقہ اصول شاشی اور شرح تہذیب نور الانوار تلویح وغیرہ سے جانتا ہے کہ مطلق اور مقید کیا ہوتا ہے خیال رہے کہ کسی چیز کی ترکیب اضافی یا توصیفی چھوڑ دینے اور اس کو مفرد ذکر کر دینے سے وہ چیز مطلق نہیں بن جاتی بلکہ مطلق و مقید کے لیے کچھ شناختی شرائط ہیں جو اصول فقہ کی کتب میں درج ہیں مثلاً مطلق ہونے کی سات شناختی شرطیں ہیں۔ ۱ وہ چیز کسی مرکب اضافی کا مضاف نہ ہو۔ ۲ کسی مرکب توصیفی کا موصوف نہ ہو۔ ۳ کسی اسم اشارہ کا مشار الیہ نہ ہو۔ ۴ نکرہ معینہ نہ ہو۔ ۵ وہ چیز کسی معنوی اشارے سے بھی معین نہ ہو (یعنی ہاتھ یا آنکھ کے غیر لفظی اشارے سے نہ ہو) مثلاً اندھا آدمی کہے۔ یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ اے مرد میرا ہاتھ پکڑ۔ یہاں رَجُلًا مطلق ہے لیکن اگر آنکھوں والا دیکھ کر کہے یَا رَجُلًا خُذْ بِیَدِیْ۔ یہاں رَجُلًا مقید ہے۔ ۶ متکلم کے کسی لفظ سے اس چیز کا تعین مستنبط نہ ہوتا ہو۔ ۷ یا متکلم خود اپنے کسی اشارے یا لفظ اور کلام سابق یا مسبوق میں اس چیز کی وضاحت کر دے جس سے یہ مفرد چیز مقید بن جائے ان سات

شناختی قیود میں سے اگر ایک بھی کسی جگہ پائی جائے تو وہ چیز مقید ہو گی ورنہ مطلق۔ مصنف مذکور کی صفحہ ۷ پر پیش کردہ احادیث میں لفظ خضاب یا اس کا اشتقاقی صیغہ امر مطلق نہیں۔ بلکہ ممانعت والی تمام احادیث اور حمروا وصفروا کے وضاحتی کلام مقدس نے اس کو مقید بنا دیا۔ مگر علامہ مرحوم کو ان باریکیوں میں جانے کی زحمت کہاں گوارہ تھا۔ اگر مؤلف کتاب ھذا ان اصولی باتوں کے مطابق چلتے تو احادیث کی روشنی اور سچی سمجھ حاصل کر لیتے پھر ایسی غلط کتاب تالیف نہ کرتے۔ اب میں سوچتا ہوں کہ مصنف نے اپنی زندگی میں یہ کتاب کیوں نہ چھاپی نہ شائع کرائی غالبًا وہ اس کو ان ہی کمزوریوں کی بنا پر اور تردیدی جواب کے اندیشے سے چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔ پانچویں غلطی۔ اسی صفحہ ۸ پر فتح الباری کا حوالہ بری ایک یہ قول بھی نقل کرتے ہیں۔ وَإِنَّ مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ رَخَّصَ فِيهِ فِي الْجِهَادِ وَمِنْهُمْ مَنْ رَخَّصَ فِيهِ مُطْلَقًا۔ جواب۔ یہاں بھی حضرت شارح علیہ الرحمۃ نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ رہا دوسرے مخالف گروہ کو مِنْهُمْ کہہ کر زمرۂ علما میں شامل کرنا۔ یہ صرف ظاہری نسبت اور ظاہر داری ہے ورنہ ایسے گمراہ اور مخالف احادیث لوگوں کو علما میں شامل نہیں کیا جاتا۔ آج ہم بھی بہت سے امام وخطیب ومشرع داڑھی والے حضرات کو جبہ ودستار کے ساتھ دیکھ کر عالم کہہ دیتے ہیں حالانکہ حقیقت میں عالم نہیں ہوتے۔ صرف شعلہ بیان خطابت یا وعظ شیریں بیان یا قرأت پرسوز امامت سے تو عالم ومحقق نہیں بن سکتا اس کے لیے تو بہت مستند ہونا پڑتا ہے چھٹی غلطی کتابچے کے صفحہ ۹ پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت بحوالہ نسائی ترمذی اول صفحہ ۳۰۵ ابن ماجہ، شرح عینی، شرح فتح الباری۔ نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ أَفْضَلُ۔ ترجمہ۔ بے شک بہت ہی اچھا ہے جو تم مہندی اور وسمہ سے بالوں کی سفیدی کو بدلتے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک وہ بہت افضل ہے۔ جواب۔ اس روایت پاک کا مضمون ہے کہ حنا اور کتم یعنی مہندی میں برابر کی مقدار سے وسمہ ملا کر خضاب کرنا بہت ہی اچھا اور افضل ہے۔ اس مضمون کی سات ۷ روایتیں مصنف مذکور نے اپنی کتاب میں درج کیں ہیں۔ چنانچہ ۲ روایت اس کتاب کے صفحہ ۱۶ پر بحوالہ عینی

شرح بخاری جلد ۲۲ صفحہ ۵۔ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، اِخْتَضَبَ اَبُوْ بَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ۔
روایت ۳ صفحہ انیس پر لکھتے ہیں رَاَيْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ الْحَنْفِيَّةِ يَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۱۴ جلد ۵) روایت ۴ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ (کتاب کا صفحہ ۲) اَنَّهٗ كَانَ يَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۶۳ جلد ۵۔ مصنف نے کتاب کے صفحہ ۲۲ پر روایت ۵ لکھی۔ حضرت عمرو بن سعید ابن العاص۔ رَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَبَانَ اِبْنَيْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَجَدِّيْ يَخْضِبُوْنَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد صفحہ ۲۹۷ جلد ۶) مصنف صاحب کی پیش کردہ روایت ۶ صفحہ ۲۲ پر ہی لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی سبرہ رض فرماتے ہیں۔ وَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يَصْبَغُ رَاْسَهٗ وَلِحْيَتَهٗ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ (بحوالہ طبقات ابن سعد صفحہ ۳۸۵ جلد ۷) مصنف صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر لکھا روایت ۷، عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَوَّلُ مَنْ اَخْضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ اِبْرَاهِيْمُ وَاَوَّلُ مَنِ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ (بحوالہ سراج منیر شرح جامع صغیر صفحہ ۸۲ جلد ۲) ان ساتوں روایتوں کا مضمون یہی ہے کہ حنا میں کتم ملا کر خضاب کرنا جائز بھی ہے اور صحابہ کرام نے ایسا خضاب لگایا بھی ہے۔ بلکہ بہت زمانوں سے اہلِ ایمان ایسا خضاب لگاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتِ عملی ہے۔ یہاں پہلی اور ساتویں روایت میں فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے۔ پہلی میں حنا و کتم کے خضاب کی تعریف ہے ساتویں میں اس کی وجہ ہی بیان فرمائی گئی۔ بقیہ پانچ روایتوں میں صحابہ رض و تابعین رض کا عمل مبارک بیان کیا گیا مگر چونکہ یہاں حنا و کتم کے ملاپ سے پیدا ہونے والے رنگ کی وضاحت نہیں فرمائی گئی اگرچہ دلالۃً و اقتضاءً و اشارۃً اور دوسری روایات کے تفسیری و تشریحی فرمودات و ارشاداتِ نبوی سے سرخ اور پیلے رنگ کی وضاحت ثابت ہے یہ ہمارے ان مصنف صاحب نے کمال لاعلمی سے ان روایت مقدسات میں بھی تخریب کاری کر کے عوام کو لغزش دینے کی کوشش کی اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ حنا و کتم کی ملاوٹ والے خضاب سے بھی کالا رنگ ثابت کریں جس کے لیے انہوں

نے اشعۃ اللمعات اور المنجد کے حوالوں سے سہارا تلاش کرنا چاہا مگر بات پھر بھی نہ بنی۔ اور یہاں تک حد سے بڑھے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت کا غلط مطلب بیتے ہوئے جھوٹ تک بول گئے۔ مثلاً صفحہ ۱۰ پر اعلحضرت کا قول نقل کرتے ہیں کہ۔ حنا وکتم کا خضاب لگانے سے سیاہی کی جھلک ہوتی ہے مگر اگلے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ اعلحضرت کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ داڑھی حنا اور کتم کے خضاب سے سیاہی غالب اور سرخی مغلوب ہوتی ہے اب غور کیجئے کہ اگر انسان اس طرح کی غلط بیانیاں اور کج فہمیاں ہی کرتا رہے تو اپنے باطل نظرئے اور خود ساختہ مسلک و مذہب کو کب تک بچا سکے گا۔ ایسی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب کو اردو زبان تک کی سمجھ نہیں فرمودات نبوت سمجھنا تو بے انتہائی دشوار ہے۔ لفظ جھلک کا معنیٰ ہے شائبہ بہت ہی خفیف مثل سایہ جس کو فارسی میں پرتو کہتے ہیں۔ جس طرح کہ بعض ریشمی سرخ ہرے وغیرہ کپڑے پر۔ بوجہ چمک۔ اِدھر اُدھر کرنے سے دوسرے رنگ کی جھلک پڑتی ہے۔ اسی طرح حنا وکتم سے خضاب کر کے داڑھی اور بال ایسے سرخ ہوتے ہیں کہ اِدھر اُدھر پھرانے سے سیاہی کا سایہ اور جھلک پڑتی۔ اردو میں یہ لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو نظر نہ آتی ہو صرف کسی طرح کا اشارہ ملتا ہو۔ اتنے عام استعمال محاورے کو بھی کوئی نہ سمجھے تو پھر کیا کہا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ باطل نظریات بچانے کے لیے انسان کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ ہمیں حنا وکتم ملے خضاب کے رنگ کی وضاحت کے لیے اشعۃ اللمعات یا منجد کو کھولنے کھکھوڑنے کی ضرورت کیا ہے جب کہ خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ ارفع اور ارشادات مقدسہ کی تین احادیث مبارکہ اس کی بہترین و مکمل تشریح فرما رہی ہیں صرف بصیرت و عقلِ سلیم چاہئے۔ پہلی وہ روایت کہ۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا۔ دوسری یہ روایت کہ اَوَّلُ مَنْ اِخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ اِبْرَاھِیْمُ وَاَوَّلُ مَنْ اِخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ فِرْعَوْنُ۔ یہاں حنا وکتم کے مقابلے اور مخالفت میں بالسواد ارشاد ہے کم سے کم عقل والا بھی جان جاتا ہے کہ حنا وکتم کا خضاب سیاہی نہیں لاتا اگر بقولِ مصنف حنا وکتم سے بھی سیاہی غالب آتی اور اس سے خضاب بالسواد ہی بنتا تو پھر اس تقسیم نبوی کی ضرورت کیا تھی اور فرعون کی

اولیت کیسے ہوتی لیکن اگر اشعۃ اللمعات ومنجد کے حوالے ضرور ہی لکھنے ہیں اور عوام پر حوالوں کی بھرمار سے رعبِ علمیت ڈالنا ہی ہے تو آیئے اس پر بھی غور کر لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت علامہ کے یہ حوالے علامہ مرحوم کا کب تک اور کس طرح ساتھ دیتے ہیں۔ مصنف علام نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۱ و ۱۰۰ پر عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب اشعۃ اللمعات کے چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ جلد ۳ ص ۶۱۸ پر ہے۔ وسمہ آں گیا ہیست و بعضے گفتہ اند درختے است بہ یمن کہ سیاہ کردہ میشود ببرگ وے موئے۔ دوسرا حوالہ جلد سوم ص ۶۱۸ واز کلام بعضے مفہوم فی شود کہ خضاب بکتم صرف۔ موجبِ سواد خالص است و بخلط و جمع آں بحنا سرخ آید بختہ مائل بسواد۔ نہ سواد پس مرادِ خضاب بمجموع حنا وکتم باشد گذا قیل۔ تیسرا حوالہ یہی مقام جلد سوم ص ۶۱۸ و بعضے گفتہ اند کہ کتم ہماں وسمہ است گذا قال الطیبی۔ تینوں عبارتوں کا معنیٰ یہ ہے کہ صرف کتم سے خضاب کرنے سے بالکل خالص سیاہی آتی ہے۔ مہندی کے ساتھ ملا کر خضاب کرتے سے پختہ اور مکمل سرخی آتی ہے جس سے میلان یعنی جھلک سیاہی کی آتی ہے نہ کہ سیاہی اور کتم و وسمہ ایک ہی پودے کا نام ہے۔ یعنی کتم اس کا صفاتی نام ولقب ہے۔ کیونکہ کتم کا لغوی ترجمہ ہے چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔ تو چونکہ اس بوٹی سے بڑھاپا چھپکر بے نشان ہوجاتا ہے اس لیے اس کو کتم کہا گیا۔ اس کا ذاتی نام ہر زبان میں وسمہ ہے۔ چونکہ یہ تینوں حوالے علامہ موصوف کے منشا و باطل نظریات کے خلاف جاتے تھے۔ اس لیے مطلب برآری لیے۔ چوتھا حوالہ (یہی مقام ص ۶۱۸ ) نقل کرتے ہیں چنانچہ حنا چوں خلط کردہ شود با کتم خضابِ سیاہ افتد۔ ترجمہ کہ مہندی اور کتم یعنی وسمہ کو ملا دینے سے خضاب سیاہ ہوجاتا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یہ بیہودہ حوالہ حقیقت کے قطعاً خلاف ہے اگر یہ حوالہ درست ہے اور یہ عبارت اشعۃ اللمعات میں موجود ہے تب تو حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر تضاد بیانی کا اعتراض آتا ہے۔ کہ یہ حوالہ و عبارت پہلی عبارت ۲ کے سراسر خلاف ہے۔ اور یا پھر مصنف مذکور نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور یا اصل عبارت کو آگے پیچھے سے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ جو ایک

مؤلف کی دیانت داری کے خلاف۔ اور اس طرح کا ارتکاب علامہ مرحوم سے کئی جگہ
سرزد ہوا ہے۔ جو اگلی سطور میں انشاء اللہ ظاہر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی معاف
فرمانے والا۔ صفحہ ۸ پر المنجد کی عبارت نقل کی ہے۔ (الکتم والکتمان) نَبْتٌ یُخْضَبُ
بِهِ الشَّعْرُ وَ یُصْنَعُ مِنْهُ مِدَادُ الْکِتَابَةِ۔ (الوسم) شجرۃ ورقہا خضابٌ۔ یہ حوالے لکھ
کر علامہ بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ میں نے اللہ رسول کے حرام کو حلال ثابت کر دیا
حالانکہ یہ حوالہ بھی ان کو مفید نہیں کیونکہ یہاں صرف کتم اور وسمے کی لغوی تشریح کی گئی
ہے جس میں یعنی لغوی تشریح میں کسی کا اختلاف نہیں اور یہی خضاب حرام ہے۔ بات
تو حنا وکتم کی ہے اس کی سیاہی ثابت کرو تو بات بنتی ہے۔ اور یہی ناممکن لہٰذا
یہ ساری کتاب اور آپ کی محنت برباد۔ **ساتویں غلطی**۔ مصنف صاحب ص۶
پر ابن ماجہ کتاب اللباس کے ص۲۶۷ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔
عَنْ صُهَیْبِ الْخَیْرِ۔ قَالَ قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ
اَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ هٰذَا السَّوَادُ اَرْغَبُ لِنِسَائِکُمْ فِیْکُمْ وَاَهْیَبُ
لَکُمْ فِیْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمْ۔ ترجمہ۔ بے شک سب سے زیادہ اچھا وہ
چیز جس سے خضاب کرتے ہو تم یہ سیاہی ہے جو زیادہ رغبت دینے والا
ہے تمہاری عورتوں کو تم میں اور زیادہ ہیبت میں ڈالنے والا ہے تمہارے
لیے تمہارے دشمن کے سینوں میں۔ **جواب**۔ فقط ایک یہ ہی روایت دستیاب
ہو سکی کالے خضاب کے دلدادگان اور ان مصنف صاحب کو اس کے علاوہ کوئی
بھی کسی قسم کی بھی روایت دنیا بھر میں کسی بھی کتب حدیث سے نہ مل سکی ورنہ
مصنف مذکور فوراً وہ بھی وہاں سے لکھ ڈالتے۔ مگر اس روایت میں چار قسم
کی غلطیاں اور کمزوریاں ہیں جس کی وجہ سے اس روایت کو کبھی حدیث
رسول اللہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس روایت کی پہلی کمزوری۔ یہ روایت بناوٹی اور
موضوع ہے۔ چنانچہ اس روایت کے متعلق شرح انجاح کی عبارت حاشیہ
ابن ماجہ ص۲۶۷ پر سطر۲ میں صاف لکھا ہے کہ هٰذَا الْحَدِیْثُ ضَعِیْفٌ۔ لِاَنَّ
عَبْدَ الْحَمِیْدِ ابْنَ حَنِیْفٍ یَضَعُ الْحَدِیْثَ (حوالہ از اسماء الرجال کی مشہور کتاب
تقریب التہذیب ص۱۰۹) یہ بات مصنف مرحوم کو یقیناً معلوم تھی مگر نہ اس کا ذکر

کیا نہ اس کا رد کر سکے نہ کوئی تبصرہ۔ بس خاموشی سے گول کر گئے اسی کو کہتے ہیں مطلب پرستی اور حقیقت سے روگردانی۔ ایسی کج روی اور ربت کی دیواریں کھڑی کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اُلٹا بدنامی کا سبب بنتا ہے۔ دوسری کمزوری یہ روایت اُن تمام احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے جن میں بڑی شدت سے کالے خضاب کی ممانعت اور وعید مذکور ہے۔ خاص کر اس حدیث مقدسہ کے جس کے بحوالہ ترمذی اوّل کتابُ اللباس ص۳۰۵ اور بحوالہ نسائی دوم ص۲۲۶ اور بحوالہ ابوداؤد دوم ص۲۲۲ الفاظ اس طرح ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَ بِہِ الشَّیْبُ اَلْحِنَاءُ وَالْکَتَمُ۔ ترجمہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک سب سے زیادہ اچھا وہ خضاب جس سے بڑھاپا متغیر کیا جاتا ہے وہ حنا اور کتم کی ملاوٹ والا خضاب ہے۔ اس حدیث میں بھی اَحْسَن اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور مصنف کی پیش کردہ ابن ماجہ والی حدیث میں بھی اَحْسَنَ ہے اور اُس روایت میں سیاہ خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا جا رہا ہے جس کو بہت سی احادیث میں حرام و ممنوع فرمایا گیا اور اس ترمذی وغیرہ کی حدیثِ مقدسہ میں حنا و کتم کے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا گیا۔ اس حدیث پاک کو بہت سی کتابوں نے بہت سی سندوں کے ساتھ روایت فرمایا اور شارحین نے اِس وجہ سے اِس حدیث پاک کو حَسَنٌ صحیح فرمایا اور لکھا کہ "ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ"۔ لیکن مصنفِ مرحوم کی پیش کردہ روایت کو صرف ابن ماجہ نے لیا صرف ایک ہی سند سے اس میں بھی ایک راوی عبدالحمید ابن صیفی ہے جو اسماءُ الرجال میں لینٌ ہے۔ محدثین کے نزدیک لین کے معنی ہے کمزور، نرم ضعیف لین کی تین قسمیں ۱۔ لین فی الحفظ ۲۔ لین فی العقل ۳۔ لین فی الدیانت راوی کے لین ہونے کی وجہ سے روایت ضعیف اور ناقابلِ قبول ہو جاتی ہے (دیکھو اصولِ حدیث کی کتب) اگر اس ابن ماجہ کی غلط روایت کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں تضاد بیانی پائی جاتی ہے کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ (معاذ اللہ) اور یہ سراسر گستاخیِ نبوت ہے مولفِ مرحوم اگر زندہ ہوتے تو اُن سے توبہ کرائی جاتی اور

وہ یقیناً اپنی اس پوری کتاب سے توبہ و رجوع فرما لیتے۔ تیسری کمزوری۔ اگرچہ اب اس روایت کے موضوع ثابت ہو جانے کے بعد مزید جرح کی ضرورت نہیں ہے مگر باطل کی یہ غلط بیانی ختم و توڑنے کے لیے اتمام حجت ضروری ہے اس لیے یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ روایت اخلاقاً بھی غلط ہے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسی بات نہیں فرما سکتے۔ یہاں کہا گیا ہے اَنْ یَّغِبْنَ لِنِسَائِکُمْ۔ نسآئکم کے تین معنی ہو سکتے ہیں ۱۔ تمہاری بیویاں ۲۔ تمہارے پیغامِ نکاح کے لیے تمہاری پسندیدہ عورتیں جن کو تم پیغام نکاح دینا چاہتے ہو ۳۔ عام عورتیں کہ جن کو تم نفسانی خواہش سے اپنا جوان چہرہ دکھا کر اپنی طرف راغب کرنا چاہو۔ مصنف نے پہلا ترجمہ کیا ہے مگر تدبر سے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ بھی نہ سوچا کہ بیوی جو تمہاری جوانی سے تمہارے ساتھ ہے تمہارے دن رات خلوت جلوت اوپر نیچے کے سب حالات سے باخبر ہے تمہارے سفید بالوں کو بھی جانتی ہے اور تمہارے بڑھاپے کو بھی تمہاری عمر کو بھی وہ صرف منہ کالا کرنے سے کس طرح تمہاری طرف راغب ہو سکتی ہے اس بیچاری کا پلہ تمہارے ساتھ بندھا ہوا ہے تو وہ جانتی ہے کہ بڈھے میاں اب کالا خضاب لگاتے جا رہے ہیں اب منہ سیاہ کر کے آئے ہیں وہ ان ہتھکنڈوں اور شعبدہ بازیوں سے راغب نہیں ہو سکتی۔ اس کو تو تمہاری مردمی طاقت ہی راغب اور مائل کر سکتی ہے جو تمہاری داڑھی کے کالے اور خضاب آلودہ بالوں میں نہیں بلکہ نیچے ہے جس کو وہ جانتی ہے کہ حقیقتِ باطنی کیا ہے۔ اس کے بغیر ایک داڑھی اور سر کیا پورے جسم کو کالا کر کے آ جاؤ وہ کبھی راغب تو درکنار متاثر بھی نہ ہوگی بلکہ بڈھے میاں کا مذاق ہی اڑائے گی۔ اور اگر تمہارے پاس قوتِ مردمی ہے تو اس کے لیے تمہارے سفید بال اور کانپتے بڑھاپے کے ہاتھ بھی منظور ہیں پھر خضاب سیاہ کی فریب کاریوں کی ضرورت ہی نہیں۔ حاجتِ مشاطہ نیست قوتِ مردانہ را۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کو ایک عام گھریلو آدمی بھی جانتا ہے۔ تو کیا نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کو پوری کائنات کا علم ہے ان باتوں کو نہ سمجھتے ہوں گے اور بیکار بے فائدہ بات فرما دیں۔ ناممکن ہے اور بقولِ مصنف نبی کریم بھی سرخ یا پیلا خضاب لگایا کرتے تھے۔ داگرچہ بھی حقیقتاً

غلط ہے) تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواجِ پاک کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے کالا خضاب کیوں نہ لگایا صرف دوسروں کو کیوں حکم دیا اور اَحْسَن کہہ کر آمادہ کیا سیاہ خضاب کو عملی سنت کیوں نہ بنایا۔ یہ وہ سوالات ہیں جو اس موضوع اور بناوٹی روایت پر وارد ہوتے ہیں جن کا جواب کوئی سیاہی والا نہیں دے سکتا بِحَمْدِاللہ تعالیٰ۔ اور اگر لِنِسَاءِ کُمْ سے مُنتخب لِلنِکَاح عورتیں مراد ہیں اور بوڑھے میاں اُن کو راغب کرنے پیغامِ نکاح منوانے کے لیے کالا خضاب لگا کر عورت والوں کے سامنے منہ دکھلوا کرتے ہیں تو یہ سراسر دھوکہ دہی ہے اگر اس فریب میں آکر وہ عورت اور لواحقین بڈھے پیغامِ نکاح دینے والے کو جوان سمجھ کر پیغام مان لیتے ہیں نکاح ہو جاتا ہے، پھر جب عیب کھلے گا۔ عورت اور اُس کے لواحقین پچھتاتے ہوں گے تو اس فریب دہی کا گناہ کہاں تک جائے گا۔ خاوند کہے گا مجھ کو فریب کاری کا یہ طریقہ ابن ماجہ کی ایک روایت نے سکھایا اور بیوی عدالت وکچہری میں خیارِ عیب حاصل کرتی پھرے گی۔ بھائیوں کچھ تو سوچو کیوں اندھے بن کر جہنم کا راستہ تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ اور اگر لِنِسَاءِ کُمْ سے مراد عام چلتی پھرتی گلی محلے کی عورتیں ہیں اِن کے دکھلاوے کے لیے اور ان کو راغب کرنے کے لیے کالا خضاب لگا کر سرِ راہ عورتوں کو دکھانا مقصود ہو تو یہ کھلی بدمعاشی۔ بے غیرتی فحاشی وعیاشی ہے کیا اِس کا حکم نبی کریم دے سکتے ہیں (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) غور تو کرو کہ ابن ماجہ کی اِس ذراسی بے احتیاطی نے کتنوں کے ایمان برباد کر دیئے اِس روایت خود ساختہ سے۔ سراسر ناموسِ رسالت کی گستاخی ہو رہی ہے ایک ابن ماجہ کی کیا حیثیت ہے ہزاروں ابن ماجہ عزتِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیے جا سکتے ہیں یہی وہ روایت ہے جس کو لکھ کر مصنف مذکور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوں گے۔ اُس کا بھی حشر آپ نے دیکھ لیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ

چوتھی کمزوری۔ اس روایت میں۔ کالے خضاب کا دوسرا فائدہ یہ لکھا ہے کہ وَاَھْیَبُ لَکُمْ فِی صُدُوْرِ عَدُوِّکُمْ۔ یہ عبارت لفظاً بھی نحوی قواعد سے سے کچھ غلط لگتی ہے کیونکہ عَدُوِّ واحد ہے اور صدور جمع ہے ایک عدو کے بہت سے صدور (سینے) کیسے ہو سکتے ہیں عُلماءِ نحات کے نزدیک واحد سے جمع مراد لینے کی تین شرطیں ہیں (۱) وہ واحد الف لام استغراقی سے معرّف ہو (۲) نکرہ مفرد غیر مخصوصہ ہو مضاف نہ ہو (۳) یا تکرارِ لفظ ہو۔ جیسے عَدُوِّیْ وَعَدُوِّکُمْ

مگر یہاں یہ کوئی شرط نہیں اس لیے اِس کی وصدت متعین ہے۔ لہٰذا حدیث کے اندر ایسی غلطی نہیں ہوسکتی۔ نمبر یہاں لفظ عَدُوَّکُم مجمل اور غیر واضح ہے یہ پتہ نہیں کہ دشمن سے ذاتی دشمن مراد ہے یا دینی ایمانی دشمن کسی بھی دوسری حدیث نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی نہ کسی شارح کے قول نے حالانکہ احادیث کے احکام قیامت تک سب مسلمانوں کے لیے یکساں ہیں۔ اگر ذاتی دشمن مراد ہیں تو یہ اس طرح داڑھیاں اور سر کے بال کالے کر کے اپنے ذاتی دشمنوں کو دھوکہ دینا اور مرعوب و موھوب (ہیبت زدہ) کرنے کے لیے حکم نبوی نہیں ہوسکتا۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو ذاتی دشمنیاں ختم کرنے تشریف لائے ہیں مگر یہ روایات دشمنی بھڑکانے کا سبق سکھاتی ہے اور اگر کفار دشمن مراد ہوں تو یہ صرف ایک تخیل ہے کہ کالی داڑھی سے کفار ھیبت زدہ ہو جائیں خاص کر آج کل کے ھتھیاروں کے زمانے میں تی زمانہ جنگ و جہاد میں نہ دوبدو آمنے سامنے لڑائی ہوتی ہے نہ تیر و تلوار کی مشقت نہ جوانی کے زورِ بازو کا استعمال اسی لیے کسی بھی مجاہد کے لیے کسی حدیثِ پاک میں کالے خضاب کی کوئی اجازت مذکور نہیں۔ صرف فقہاءِ کرام نے فقط اُس زمانے کی جنگوں میں مجاہد کے سفید بالوں کے لیے کالے خضاب کی وقتی طور پر بحالتِ جنگ استنباطی اجازت دی تھی اب وہ بھی نہیں۔ صفحہ ۱۲ پر ان ہی الفاظ کی ایک اور روایت بحوالہ عینی شرح بخاری ص۱۵۔ فاروق اعظمؓ کی طرف بھی منسوب کی گئی مگر یہ بھی بناوٹی جھوٹی روایت ہے اور فاروق اعظمؓ پر تہمت کیونکہ خود فاروق اعظمؓ نے کبھی کالا خضاب نہیں لگایا حالانکہ آپ کی بھی بیویاں تھیں اور آپ نے بڑھاپے میں حضرت کلثومؓ بنت علیؓ سے نکاح بھی کیا تھا۔ آپ خود ہمیشہ خالص مہندی کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ چنانچہ جمع الوسائل جلد اوّل ص۹۰ شرح مناوی جلدِ اوّل ص۹۰ مشکوٰۃ شریف ص۳۸۴ بحوالہ مسلم و بخاری ہے اِنَّ اَبَا بَکْرٍ کَانَ یَخْضِبُ بِالحِنَاءِ وَالْکَتَمِ وَعُمَرُ بِالحِنَاءِ بَحْتًا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظمؓ خود تو ممنوع خضاب سے بچیں اور لوگوں کو محض عورتوں کے لیے سیاہ خضاب پر آمادہ کریں وہ بناوٹی روایت بھی ان خرابیوں سوالوں اور اعتراضات اور ان دلیلوں کے زد میں آتی ہے، جن کا جواب ان آشفتگانِ خضابِ اسود کے پاس نہیں ہے۔ آٹھویں غلطی۔ اسی

کتاب کے ص۱۲ اور ص۱۴ پر فتاویٰ عالمگیری چہارم ص۱۳۹ اور فتاویٰ شامی پنجم ص۲۹۵ کی عبارت نقل کرتے ہوئے بڑے فخر سے لکھتے ہیں۔ وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ قَالَ کَمَا یُعْجِبُنِیْ اَنْ تَتَزَیَّنَ لِیْ یُعْجِبُهَا اَنْ اَتَزَیَّنَ لَهَا۔ کَذَا فِی الذَّخِیْرَۃِ ترجمہ۔ اور روایت کیا گیا ہے امام یوسفؒ سے انہوں نے فرمایا۔ جیسے مجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ میری بیوی میرے لیے زینت و آرائش کرے اسی طرح اُسے بھی اچھا لگتا ہے کہ میں اُس کے لیے زینت و آرائش کروں۔ جواب) اسی عبارت سے ایک دو سطر پہلے فتاویٰ عالمگیری و شامی دونوں نے فرمایا کہ عام مشائخ کے نزدیک عورتوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کالا خضاب مکروہ تحریمی ہے۔ اسی سے ان ہر دو فتاویٰ کا اپنا مسلک ظاہر ہو گیا کہ ان حنفی علما فقہا کے نزدیک سیاہ خضاب ناجائز ہے بلکہ پہلی سطور میں لکھا ہے کہ سرخ خضاب مسلمانوں کی علامت خصوصیہ ہے گویا سرخ خضاب چھوڑ کر کالا رنگ کرنا مسلمانوں کی نشانی سے ہٹنا ہے اور کفار کی نشانی اپنے آپ پر لگانا ہے۔ اس بات سے بھی ان کا اپنا مسلک ثابت ہو رہا ہے آگے امام یوسف کے متعلق ایک منسوب شدہ قول نقل کرتے ہیں کہ کسی نامعلوم شخص نے امام یوسف کی طرف سے کہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مجھ کو بیوی کا بناؤ سنگھار اور نہائی دھوئی اجلی ہونا پسند ہے اس طرح وہ بھی چاہتی ہے اُس کا خاوند بھی اپنی زینت کرے۔ یہاں فتاویٰ عالمگیری نے فتاویٰ ذخیرہ سے اور شامی و عالمگیری نے یہ قول مجہول راوی کی طرف سے نقل کر دیا کوئی پتہ نہیں امام یوسف نے کس کتاب میں فرمایا۔ ان دونوں فتاویٰ نے اس کو خضاب کے مسئلے کے ساتھ لکھ کر مصنف کو مزید موقعہ فراہم کیا کہ وہ کالے خضاب کے جواز پر اس عبارت سے استدلال پکڑیں مگر دو وجہ سے مصنف مرحوم کا اس سے استدلال پکڑنا غلط ہے اولاً تو اس لیے کہ زینت سے مراد کالا خضاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاوند بیوی تو شروع دن سے چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کے لیے دونوں زینت کریں بلکہ ہر شخص دوست احباب وغیرہ بھی زینت کو پسند کرتے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ بھی زینت کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ ترجمہ۔ ہر مسجد کے پاس زینت اختیار کرو۔ اس آیت سے

مہندی اور وسمہ کا۔ اور یہ آپ کے خضاب کرنے میں صریح روایت ہے۔ عبارت سوئم۔ حضرت ابو جعفرؓ (امام محمد باقر) فرماتے ہیں۔ شَمِطَ عَارِضَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم فَخَضَبَ بِحِنَاءٍ۔ ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخساروں کے بال سفید ہو گئے تو آپ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا۔ عبارت چہارم حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم مَخْضُوْبًا ترجمہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک خضاب کیا ہوا دیکھا۔ عبارت پنجم صفحہ ۱۶ پر ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن محمدؓ بن عقیلؓ فرماتے ہیں۔ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم عِنْدَ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا۔ ترجمہ میں نے انس رضؓ بن مالک کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک خضاب کیا ہوا دیکھا یہ پانچوں روایتیں مصنف صاحب نے (کتاب جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی ملّا علی قاریؒ سے علی ترتیب الصفحات نقل فرمائیں ص۹۱ ص۹۸ ص۹۳ ص۹۷ ص۹۸ ص۹۸ ص۱۰۰) جلد اوّل۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا۔

**جواب**۔ نامعلوم مصنف نے یہ پانچ عبارتیں کیا ثابت کرنے کے لیے نقل فرمائیں۔ مہندی اور وسمہ ملا کر خضاب کرتے ہیں تو کسی کا اعتراض یا انکار نہیں تمام مسلمان اس کو جائز احسن اور بہتر کہتے ہیں بلکہ حدیث پاک میں خود آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابراہیم علیہ السّلام کا خضاب اَلحِنَاء والکتم کا فرمایا ہے اور اس خضاب کا تقابل بالسّواد سے فرمایا یعنی اس کے مقابل و مخالف خضاب سیاہ ہے جو سب سے پہلے دنیا میں فرعون نے لگایا اس تقابل سے ثابت ہوا کہ حنا اور کتم (وسمے) کا خضاب اسود یعنی کالا نہیں ہوتا اس حدیث پاک کو ہم اپنی پانچویں دلیل میں سنداً دیلمی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یہ حدیث پاک سنداً متناً عباداً۔ روایتاً درایتاً ہر اعتبار سے درست اور صحیح ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس کی صحت کے تین دلائل ہیں ۱۔ محدثانہ جرح سے صحت ثابت ۲۔ اس کے سب ثقہ راوی ہیں جو جرح محدثین میں ہر اعتبار سے صحیح قابل قبول ہیں ۳۔ سب سے بڑی وجہ یہ کہ اعلحضرت مجدد بریلوی نے اپنی کتاب حکّ العیب

اس طرح ہے ۔ قَالَ الْقَاضِیُ اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ هَلْ خَضَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم اَمْ لَا فَمَنَعَهُ الْاَکْثَرُوْنَ بِحَدِیْثِ اَنَسٍ هَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم خَضِیْبَ فَقَالَ لَمْ یَبْلُغِ الْخِضَابَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ (الخ) یَکُوْنُ ذَالِکَ مِنَ الطِّیْبِ الَّذِیْ کَانَ یُطَیِّبُ بِهٖ شَعْرَهٗ لِاَنَّهٗ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَسْتَعْمِلُ الطِّیْبَ کَثِیْرًا وَهُوَ یُزِیْلُ سَوَادَ الشَّعْرِ. ترجمہ ۔ فرمایا قاضی نے کہ علماء نے مختلف باتیں کی ہیں اس بارے میں کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب لگایا۔ یا کہ نہ لگایا۔ تو اکثر فقہاءِ کرام نے یہ ہی فرمایا ہے کہ کبھی خضاب نہ لگایا۔ حضرت انسؓ کی اس (مندرجہ بالا) حدیث کی وجہ سے (جو اوپر ہم نے نقل کی) کہ اُن سے لوگوں نے پوچھا۔ کیا نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب لگایا تھا۔ تو حضرت انس نے جواباً فرمایا کہ بال مبارک خضاب لگانے کی حالت (سفیدی) تک پہنچے ہی نہ تھے۔ اس حدیث کو مسلم شریف نے بھی روایت کیا ہے ۔ یہ پیلا رنگ جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مقدس میں دیکھا جا رہا ہے یہ اُس خوشبو کا رنگ ہے جو آپ اپنے بالوں میں لگایا کرتے تھے اس لیے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت استعمال فرماتے تھے۔ اور یہ خوشبو ہی بالوں کی اصلی قدرتی سیاہی کو تھوڑا سا زائل کر کے پیلاہٹ کو غالب کر دیتی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ خضاب نہ تھا حاشیہ ابو داؤد شریف جلد اوّل ص۲۲۲ پر ہے ۔ الخ مِنْ کَلَامِ اَنَسٍ۔ فَقَالَ مَا اَدْرِیْ فِیْ هٰذَا الَّذِیْ یُحَدِّثُوْنَ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ ذَالِکَ مِنَ الطِّیْبِ الَّذِیْ کَانَ یُطَیِّبُ بِهٖ شَعْرَهٗ، لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم کَانَ یَسْتَعْمِلُ الطِّیْبَ کَثِیْرًا وَهُوَ یُزِیْلُ سَوَادَ الشَّعْرِ فَاَسَادَ نَسَّنَ اِلٰی اَنَّ تَغَیُّرَ ذَالِکَ لَیْسَ بِصِبْغٍ وَاِنَّمَا هُوَ لِضُعْفِ لَوْنِ سَوَادِهٖ بِسَبَبِ الطِّیْبِ قَالَ وَیَحْتَمِلُ اَنَّ تِلْکَ الشَّعْرَاتِ تَغَیَّرَتْ بَعْدَهٗ لِکَثْرَتِ تَطْیِیْبِ اُمِّ سَلْمَةَ لَهَا اِکْرَامًا. ترجمہ ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کے وہ مختلف معنیٰ جو لوگ اپنی اپنی رائے میں بیان کرتے ہیں ان سب اقوال کا نتیجہ صرف یہی نکلتا ہوں اور یہی سب کا خلاصہ ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں وہ اس خوشبو کا رنگ تھا جو آپ اپنے داڑھی

مبارک کے بالوں کو لگایا کرتے تھے اس لیے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت کثرت سے استعمال فرمایا کرتے تھے اور وہ خوشبو ہی تھی جو بالوں کی اصلی قدرتی سیاہی کو زائل کر دیا کرتی تھی ۔ اور بال سرخ معلوم ہوتے لگتے تھے ۔ پس حضرت انس نے خضاب کا انکار کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ تبدیلی کسی خضابی رنگ سے نہیں تھی ۔ بلکہ وہ فقط بالوں کی سیاہی کے رنگ کے ہلکا پڑنے سے تبدیلی تھی خوشبو لگانے کی وجہ سے ۔ شارح نے فرمایا اور یہ احتمال بھی درست ہو سکتا ہے کہ جو بال شریف حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دکھائے اُن کا سرخ اور بھورا ہونا اُس خوشبو کی وجہ سے ہو جو خود حضرت اُمِ سلمہ ہی کثرت سے ان کو خوشبو لگاتی تھیں بالوں کی تعظیم کی بنا پر ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ کتنا صاف ہو گیا یہ مسئلہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی کوئی خضاب نہ لگایا ۔ یہ تھیں وہ اُلجھنیں اور غلطیاں جو ہمارے متقدمین و متاخرین محققوں کی ذرا سی بات ہر جھوٹے سچے قول کو لکھ دینے سے پیدا ہو کر ہر مسئلے کو اُلجھا دیتی ہیں ۔ مگر ان میں الجھنا اور نیا مسلک بنا لینا یہ وہ غلطیاں ہیں جن میں اُن متقدمین کو معذور سمجھ کر تو معاف رکھا جا سکتا ہے مگر موجودہ دور کے کسی مصنف کا اِن تشریحات سے منہ چھپا کر نکل جانا معاف نہیں کیا جا سکتا ۔ اس لیے کہ پہلے زمانوں میں کسی روایت کی غلط بیانی یا اُلجھاؤ سے نکل جانا اور سچی وضاحت کا پا لینا اتنا آسان نہ تھا جتنا آج ہے اُس زمانے میں نہ مکتبے نہ پریس ۔ نہ لائبریریاں ہوتی تھیں نہ اتنی کتابیں آج کے مصنف اور سچائی کے متلاشی کو کتنی سہولتیں ہیں کہ ایک ایک مسئلے کے لیے سینکڑوں کتابیں ۔ شرحیں ۔ تفسیریں وضاحتیں چند لمحوں میں میسّر آجاتی ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مصنف مرحوم کو ہمارے پیش کردہ صحاح ستّہ کے حوالے اور شرحیں اور پیچھے وضاحتی اقوال میسّر نہ آئے یا نظر نہ آئے ۔ ایسا ہرگز نہیں یہ سب کچھ جان کر غلط اور باطل نظریے کو بچانے کے لیے کیا گیا ہے اور ان وضاحتوں سے مصنف منہ لپیٹ کر نکل گئے ۔ کیا اِس حرکت کو دیانتدار مصنفین کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے ۔ اِن لغزشوں کم ظرفیوں سے مسلک بچانا کوئی صحت مند تصنیف نہیں دسویں غلطی ص۱۶ پر ہی ہے ۔ اِختصنب

اَبُوْ بَکْرٍ بِالْحِنَاءِ وَالْکَتَمِ۔ ترجمہ۔ حضرت ابوبکر صدیق حناء وکتم سے خضاب کیا کرتے تھے۔ جواب۔ بالکل ٹھیک کرتے تھے یہ خضاب شرعًا جائز ہے۔ اس میں کوئی تنازعہ نہیں۔ آپ کو کیا اعتراض ہے۔ گیارھویں غلطی ص۱۶ پر رہی ہے۔ امام بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری کی ایک دراز عبارت نقل کرتے ہیں اُس کی پہلی سطر اس طرح ہے اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ یَخْضِبُ بِهٖ (الخ) ترجمہ بے شک عثمان اِس کا خضاب لگاتے تھے۔ جواب۔ یہ عبارت مجہول ہے نہ یہ پتہ کہ یہ عثمان کون سے ہیں۔ اسماءُ الرجال میں صحابہ وتابعین کے دس حضرات عثمان نامی ہیں۔ یہاں کون سے عثمان مراد ہیں صحابی ہیں یا تابعی اِس کی کوئی وضاحت نہیں مصنّف اپنے ترجمے میں اِن کو عثمان غنی بتا رہے ہیں مگر کوئی ثبوت نہیں اس طرح خضاب کے بارے میں بھی کوئی وضاحت نہیں یخضب بہ میں ہ ضمیر کا معنیٰ ہے اُس اَب اِس سے کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اِس کا معنیٰ سرخ بھی ہو سکتا ہے پیلا بھی۔ حنا وکتم بھی۔ مصنّف نے اپنی مرضی کا ترجمہ سیاہ کر لیا دوسرا کوئی اٹھے گا وہ اپنی مرضی کا ترجمہ کرے گا۔ مسئلہ تو اس طرح حل نہ ہوا یہ ذمہ داری تو مصنّف صاحب کی تھی کہ سیاق وسباق کی پوری عبارت نقل کرکے بات صاف کرتے اس طرح کی درمیان سے کانٹ چھانٹ کرکے عبارت لکھ دینی تو اور مشکوک کر دیتی ہے یہ بھی تو خیال کیا جا سکتا ہے کہ مصنّف نے جان بوجھ کر اپنے خلاف عبارت چھوڑ کر درمیانی عبارت لکھ کر اپنے مطلب کا غلط ترجمہ کر دیا ہو جس طرح کہ مصنّف نے چندجگہ ایسا کیا ہے۔ جس کو ہم ابھی آئندہ ثابت کریں گے۔ بارھویں غلطی۔ اسی عبارت کی آخری سطور میں لکھتے ہیں۔ وَرَوَی ابْنُ وَھْبٍ عَنْ مَالِكٍ قَالَ لَمْ اَسْمَعْ فِیْ صِبْغِ الشَّعْرِ بِالسَّوَادِ نَھْیًا مَعْلُوْمًا۔ (الخ) ترجمہ۔ ابن وہب نے مالک سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ بالوں کو سیاہ کرنے کے بارے میں میں نے کوئی معلوم حدیث ممانعت کی نہیں سنی۔ (جواب) اِس عبارت میں تین لغزشیں اور چشم پوشیاں ہیں (۱) یہ حوالہ مؤطا امام مالکؒ کا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ امام مالک رضی اللہ عنہ نے نہیں فرمائے وہاں اِس طرح روایت ہے۔ مؤطا جلد دوم باب مَا جَاءَ فِیْ صِبْغِ الشَّعْرِ۔ ہمارے پاس اِس وقت مؤطا علیٰ حاشیہ

ابن ماجہ مطبوعہ سعید کراچی ہے اُس کے صفحہ ۲۶۶ پر ہے۔ قَالَ مَالِكٌ فِي صَبْغِ الشعر بالسواد لَمْ اَسْمَعْ فِي ذَالِكَ شَيْئًا مَعْلُومًا۔ وَغَيْرُ ذَالِكَ مِنَ الصَّبْغِ اَحَبُّ اِلَيَّ (الخ) قَالَ مَالِكٌ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ بَيَانُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمْ يَصْبُغْ وَلَوْ صَبَغَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ بِذَالِكَ اِلٰى عبد الرحمٰن ابن الاسود (اس عبادت میں جس روایت کی طرف اشارہ ہے وہ اوپر اس طرح لکھی ہے۔ مَالِكٌ عَنْ يَحْيٰى بن سَعِيْدٍ عَنْ محمد بن ابراهيم التيمي عن ابي سلمة بن عبد الرحمٰن اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الْاَسْوَدِ بن عَبْدِ يَغُوْثَ قَالَ وَكَانَ جَلِيْسًا لَهُمْ وَكَانَ اَبْيَضَ الرَّاسِ وَاللِّحْيَةِ فَغَدَا عَلَيْهِمْ ذات يَوْمٍ وَقَدْ حَمَّرَهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ وَهُوَ الْحَسَنُ۔ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اَرْسَلَتْ اِلَيَّ الْبَارِحَةَ جَارِيَتَهَا نُخَيْلَةَ فَاَقْسَمَتْ عَلَيَّ لَاَصْبُغَنَّ وَاَخْبَرَتْنِيْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ كَانَ يَصْبُغُ۔ ترجمہ امام مالک نے فرمایا بالوں میں سیاہ رنگ کرنے کے بارے میں میں نے کوئی معلوماتی چیز یا مشہور بات نہ سنی۔ لیکن میرے نزدیک سیاہ رنگ کے علاوہ زیادہ محبوب ہیں یعنی سرخ یا پیلا۔ امام مالک نے فرمایا اس اوپر والی حدیث میں یہ چیز ثابت اور ظاہر ہو رہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی رنگ کا خضاب اپنے بالوں کو نہ لگایا اگر لگایا ہوتا تو اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی بات کا حوالہ بھیجتیں عبدالرحمٰن اسود کے پاس۔ وہ اوپر والی حدیث شریف یہ ہے کہ امام مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث صحابہ کرام کے ایک گروہ میں اکثر بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی داڑھی اور سر کے بال سب سفید تھے۔ ایک دن وہ صبح صبح ان ہی صحابہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کے سارے بال سرخ تھے اُن سب صحابہ نے دیکھ کر اُن سے فرمایا اب یہ اچھا لگتا ہے یہ کام اچھا کیا تو عبدالرحمٰن بن اسود نے اُن کو بتایا کہ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے کل گزشتہ رات اُن کے پاس لونڈی نخیلہ کو بھیجا اُس نے مجھ کو قسم دلائی کہ میں ضرور ضرور اپنے بالوں کو (سرخ) رنگ لوں۔ اور یہ خبر بھی دی کہ صدیق اکبر بھی ایسا ہی رنگ لگایا کرتے تھے۔ (الخ) اس تمام

حدیث اور امام مالک کے فرمان سے چار باتیں ثابت ہو رہی ہیں ۱۔ امام مالک اپنی معلومات کے متعلق فرما رہے ہیں کہ میں نے کالا خضاب کے بارے میں ابھی تک کسی کا کوئی قول نہ سنا۔ (نہ جواز کا نہ حرمت و کراہت کا) ۲۔ یہ کہ صدیق اکبر سرخ خضاب لگایا کرتے تھے اس لیے تو عبدالرحمٰن نے اُمّ المومنین کے قسم دلاتے اور صدیق اکبر کا حوالہ دینے پر سرخ خضاب لگایا ۳۔ سرخ رنگ دیکھ کر ان تمام صحابہ نے تعریف کی اور سرخ رنگ کو حسن فرمایا ۴۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی خضاب کبھی نہ لگایا۔ مصنف مرحوم نے موطا کی عبارت میں شیئاً معلوم کے بجائے نھیاً معلومٌ۔ لکھا یہ خیانتی تبدیلی ہم کس کے ذمہ لگائیں۔ بدرالدین عینی صاحب کے یا ان مصنف صاحب کے۔ اگر حیات ہوتے تو ضرور اس خیانت پر توجہ کروائی جاتی نیز مصنف مذکور صاحب نے موطا کی اس اوپر والی صاف اور واضح حدیث پاک کو چھوڑ دیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے یا تو انہوں نے یہ غلط حرکت جان بوجھ کر کتاب کو دیکھتے بھالتے کی ہے اپنے خلاف اس حدیث پاک سے منہ لپیٹ کر نکل گئے اور یا پھر یہ ساری کتاب رسالوں اخباروں سے دیکھ کر نقل کی ہے خود کسی بڑی کتاب کو دیکھنے کی زحمت نہ کی ورنہ یہ باطل عقیدہ و عمل نہ بناتے۔ اس ساری عبادت سے بھی امام مالک کا مسلک ظاہر ہو گیا کہ امام مالک کے نزدیک پیلا و سرخ خضاب محبوب ہے اور کالا مردود ہے۔ مصنف کی اس عبارت میں۔ دوسری لغزش۔ مصنف اس عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ موطا سے معلوم ہوا کہ نہی اور ممانعتِ اسود خضاب کی کوئی حدیث قطعی موجود نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں توڑ پھوڑ اور ردّو بدل کر کے انسان جو چاہے کہتا چلا جائے مگر حقیقت میں موطا سے ہرگز یہ ثابت نہیں کہ احادیث کی کتب میں کوئی حدیث ممانعت ہے ہی نہیں بھلا یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ دیگر تمام محدثین حرمتِ خضاب اسود پر کثیر احادیث بیان فرماتے ہیں اور شارحین اس کا تذکرہ کر رہے ہیں اور جمہور علما نے بھی حرمتِ خضاب اسود کا مسلک ان احادیث مبارکہ کی وجہ سے بنایا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ کے حاشیہ ۷ ص ۲۶۶ اور ۳ ص ۲۶۵ پر ہے۔ وَ اَکْثَرُ الْاَحَادِیْثِ تَدُلُّ عَلٰی تَحْرِیْمِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ وَمَذْھَبُ الْجُمْھُوْرِ الْمَنْعُ۔ ترجمہ ۷ اور بہت ساری حدیثیں صاف صاف

بتاتی ہیں کہ کالا خضاب حرام ہے۔ ۵۲ اور جمہور یعنی تقریباً تمام ہی فقہا کا مسلک یہ ہے کہ کالا خضاب ممنوع ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مصنف مرحوم کو یہ عبارتیں نظر نہ آئیں یا جان کر آنکھیں بند کرلیں۔ تیسری لغزش یہ کہ مصنف نے اپنی پیش کردہ عبارت میں لفظی خیانت کے علاوہ ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ معلوماً کا ترجمہ قطعی روایت کرتے ہیں۔ اور اگلی پچھلی عبارت جو ان کے مخالف ہے اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ نیز امام مالک رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ مجھ کو یہ روایت نہ ملی یا میں نے نہ سنی۔ حدیث پاک نہ ہونے کی دلیل نہیں امام مالک صرف اپنی معلومات کی کمی کا انکار کر رہے ہیں اور اس زمانے میں یہ بات کہنا معذوری تھی مگر آج کوئی ایسا کہیگا تو اس کی جہالت اور کم علمی و نادانی یا آرام طلبی ہوگی (تیرھویں غلطی)۔ مصنف مرحوم اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۵ پر امام نووی رح شافعی رض کا نام لے کر ایک عبارت لکھتے ہیں اور تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ گویا امام نووی کا یہ مسلک ہے۔ چنانچہ ۱۵ پر لکھا ہے۔ (۱۹) امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں۔ وَخَضَبَ جَمَاعَةٌ بِالسَّوَادِ (الخ) اور اس دالخ عبارت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ اور ایک جماعت نے سیاہ خضاب کیا ہے روایت کیا گیا ہے اس کو حضرت عثمان اور حسن اور حسین بن علی و عقبہ بن عامر و ابن سیرین اور دوسرے بزرگوں سے امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ (الخ) **جواب**۔ اس عبارت کو خطیب مجدد نے اس طرح سے توڑا پھوڑا ہے اور کترا کر کے لکھا ہے کہ میں حیران رہ گیا۔ سوچتا ہوں کہ کیا اس کو بھی دیانت داری کہا جاسکتا ہے کیا قیامت میں ایسی تخریبات کی سزا نہ ملے گی عوام کو تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے مگر اپنے نامۂ اعمال کا کیا بنے گا۔ باطل نظریئے اور عورتوں کی دلچسپی کے لیے اپنا ایمان تو نہ بیچو ابھی پہلی سطروں میں اپنے دلائل کے تحت اپنی نویں دلیل میں ہم نے امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک مذہب درج کر دیا۔ امام نووی اسی صفحہ ۱۹۹ پر اپنا صاف صاف اور بالوضاحت عقیدہ لکھ رہے ہیں کہ۔ وَيَحْرُمُ خِضَابُهٗ بِالسَّوَادِ عَلَى الْاَصَحِّ (الخ) وَهٰذَا مَذْهَبُنَا (الخ) پوری دلیل ۹ میں دیکھئے۔ مصنف نے عبارتوں کو آگے سے کاٹا پیچھے سے نوچا درمیان سے کھسوٹا۔ اور ٹوٹی پھوٹی عبارت لکھ کر اپنی دیانتداری کا اچھا نقشہ چھوڑا آنے والی نسلیں کیا یاد کریں گی

کہ بریلوی کہلانے والے اہل قلم ایسے ہوتے ہیں۔ (یا اسفا) مصنف صاحب نے جو عبارت وَخِضَبُ جَمَاعَةٍ" سے شروع کی ہے۔ وہ امام نوویؒ نے اس طرح مکمل واضح شروع فرمائی ہے وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيْمُ لِقَوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ وَهٰذَا مَذْهَبُنَا۔ وَقَالَ الْقَاضِیْ اِخْتَلَفَ السَّلَفُ۔ (الخ) ترجمہ: امام نووی نے فرمایا کہ کالے خضاب کے بارے میں پسندیدہ اور صحیح مذہب یہ ہی ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو بچو اس سے (اور یہی سختی والا حکم حرام ہونے کی دلیل ہے) اور یہی ہمارا مذہب ہے اور صرف قاضی نے کہا ہے کہ سلف نے اختلاف کیا ہے۔ امام نووی اس عبارت کی پُر زور طریقے سے تردید کر رہے ہیں اور اس قاضی کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں اسی لیے یہ پوری عبارت لکھ کر آخر میں امام نووی پھر فرماتے ہیں هٰذَا مَا نَقَلَهُ الْقَاضِیْ۔ وَالْاَصَحُّ وَالْاَوْفَقُ لِلسُّنَّةِ مَا قَدْمَنَا عَنْ مَذْهَبِنَا۔ ترجمہ۔ یہ (تمام خرافات اور غلط بیانی) وہ ہے جو قاضی نے کہیں سے نقل کر دی ہے۔ اور صحیح وسچا مذہب اور سنت نبوی کے مطابق وہی مذہب ہے جو ہم نے ابھی پہلے اپنے مذہب سے ظاہر کیا۔ دیکھ لیا کہ امام نووی علیہ الرحمۃ کتنے واضح اور ٹھوس انداز سے اس مجہول قاضی کی مکذوبہ عبارت کی تردید فرماتے ہیں امام نووی نے نہیں بتایا کہ یہ قاضی کون ہے۔ مگر مصنف مرحوم اپنی اختراع سے اس کو قاضی عیاض کہہ رہے ہیں۔ امام نووی اس قاضی کی تکذیب وتردید کر رہے ہیں۔ تاریخ اسلامی میں تین قاضی مشہور ہیں ۱۔ قاضی شریح ۲۔ قاضی عیاض ۳۔ قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانی۔ یہاں نہ جانے کونسا قاضی مراد ہے۔ مصنف اپنی خود ساختہ مرضی سے اس کو عیاض کہہ رہے ہیں یہ بھی علما کے نزدیک سخت غلط بیانی میں شمار ہے نیز قاضی اپنی اس عبارت میں لکھتا ہے۔ بالوں کے بدلنے نہ بدلنے میں احادیث مروی ہیں۔ (الخ) یہ بھی قاضی کا ایک جھوٹ ہے۔ کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو سیاہ خضاب سے بدلنے کو جائز کہتی ہو۔ جواز کی سرے سے کوئی حدیث شریف ہے ہی نہیں اگر کوئی ذرا سی بھی حدیث ہوتی تو قاضی ضرور نقل کرتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہاں البتہ مصنف مرحوم کو اپنا پورا زور لگا کر ابن ماجہ کی ایک بناوٹی روایت ملی جس کا حشر آپ نے ابھی پہلی

سطور میں دیکھ لیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ اب اندازہ لگاؤ کہ جب شرح مسلم میں مصنف مرحوم نے ایسی غلطیاں یا غلط بیانیاں خوب زور شور سے کر ڈالیں تو باقی کتب کو کب بخشا ہوگا۔ اُن کے ساتھ بھی ایسی ہی توڑ پھوڑ کی ہوگی۔ کیونکہ۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ دیگ کے تین چاول دیکھ کر، ساری دیگ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ تو اس کتاب کا بھی اسی ایک انداز سے پتہ لگ گیا۔ اِس کتاب میں طبقات ابن سعد کے بہت حوالے دئے گئے ہیں اور یہی ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی گئی ہے کہ طبقات والے امام ابن سعد کا مسلک بھی سیاہی کے جواز کا ہے۔ حالانکہ ہم نے پہلے دلیل ۷ میں ابن سعد کا مسلک طبقات ہی کی عبارت سے ثابت کر دیا کہ وہ بھی کالے خضاب کو حرام سمجھتے ہیں۔ نیز ہم آخر میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔ ان تمام مصنفین کا مسلک و مذھب لکھیں گے جن کی کتب کے حوالے ان مصنف صاحب نے اپنی کتاب میں دے کر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ کالے خضاب کی طرح یہ کتاب بھی سراسر دھوکہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کالا خضاب نئی نئی عورتوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہوتا ہے اور یہ کتاب عوام کو۔ چودھویں غلطی۔ اکتابچی کے ص۱۵ سے ص۲۲ تک مصنف صاحب بارہ عبارتیں لکھتے ہیں ۱۔ امام عینی شارح بخاری کی کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری سے ایک دراز عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ ابن ابی عاصم نے کئی سندوں سے ذکر کیا ہے کہ بے شک امام حسن رض و حسین رض دونوں سیاہ خضاب کرتے تھے۔ اس طرح ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک وہ خضاب پسندیدہ ہے جو اعلیٰ درجہ کا سیاہ ہو (تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی پوری پوری ہو کسی طرح گستاخی و مقابلہ بازی میں کمی نہ رہ جائے) ایسا ہی شرجیل بن سمط نے فرمایا ہے اور عقبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ تمہارے بال بمنزلہ تمہارے کپڑوں کے ہیں تو رنگو جس رنگ سے چاہو (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جی بھر کر مخالفت کرو) اور ہمیں تو اعلیٰ درجہ کا سیاہ خضاب پسند ہے اور اسماعیل بن ابو عبداللہ بھی سیاہ خضاب کرتے تھے۔ اِس کتابچہ کے صفحہ ۱۶ پر فتح الباری شرح بخاری کی عبارت لکھتے ہیں۔ اِس کا ترجمہ اِس طرح کرتے ہیں۔ اور بے شک سیاہ خضاب

کی رخصت دی ہے۔ سلف کی ایک جماعت نے ان میں (مصنف نے ترجمہ غلط کیا۔ عربی کا لفظ ہے فَھُمْ۔ اس کا ترجمہ اُن میں نہیں ہو سکتا۔) سعد بن ابی وقاص اور عقبہ بن ابی وقاص اور عقبہ بن عامر۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما و جریر۔ ابن ابی عاصم نے اپنی خضاب کی کتاب میں اسی کو اختیار کیا۔ اسی صفحہ ۱۹ پر طبقات ابن سعد جلد پنجم ص۱۱۴ کی عبارت نقل کرتے ہیں اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن موہب فرماتے ہیں۔ میں نے نافع بن جبیر کو مہندی اور وسمے کا خضاب کرتے دیکھا (یہاں عربی عبارت خود مصنف نے ہی اس طرح لکھی ہے۔ رایت نَافِعَ ابْنَ جُبَیْرٍ یَخْضِبُ بِالسَّوَادِ۔ اس کا ترجمہ کیا مہندی اور وسمہ۔ یہ کتنا اپنے ہی خلاف غلط اور دھوکہ دہی والا ترجمہ ہے) ۴۔ اسی صفحہ ۱۹ پر تیسری عبارت طبقات بن سعد پنجم ص۱۸۱ کی جس کا ترجمہ ہے محمد بن عمرو فرماتے ہیں۔ حضرت عروہ خضاب کرتے تھے جو قریب قریب سیاہ ہوتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں وسمہ ڈالتے تھے یا نہیں۔ صفحہ ۲۰ پر طبقات کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ عبداللہ ابن موہب نے فرمایا۔ کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ کو دیکھا وَقَدْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ۔ انہوں نے سیاہ خضاب کیا ہوا تھا۔ ۶۔ اسی کتابچی کے صفحہ ۲۰ پر طبقات ابن سعد پنجم ص۱۶۳ سے یہ عبارت نقل کی جس کا ترجمہ اس طرح ہے۔ سعید مقبری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے فرزندوں کو سیاہ خضاب کرتے دیکھا ان میں سے ایک عمرو بن عثمان بن عفان ہیں۔ ساتویں عبارت صفحہ ۲۱ پر طبقات ابن سعد کی ہی عبارت نقل کرتے ہیں جلد پنجم ص۲۲۳۔ ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔ عبدالاعلیٰ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن علی کرم اللہ وجہہ سے وسمہ اور سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ھُوَ خِضَابُنَا اَھْلِ الْبَیْتِ وہ ہم اہل بیت کا خضاب ہے۔ آٹھویں عبارت۔ مصنف اپنی اسی کتابچی کے ص۲۱ پر طبقات ابن سعد پنجم ص۳۱۴ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اُس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ عطاف بن خالد الوالبصری فرماتے ہیں میں نے علی بن عبداللہ بن عباس کو سیاہ خضاب کرتے دیکھا نویں عبارت۔ کتابچی کے ص۲۲ پر طبقات ابن سعد جلد ہفتم ص۱۸۵ سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہوئے عقبہ بن ابی صہبا۔ ابوقلابہ کے

متعلق فرماتے ہیں۔ اَنَّہٗ کَانَ یَخْضِبُ بِالسَّوَادِ۔ بے شک وہ سیاہ خضاب کیا کرتے تھے۔ دسویں عبارت۔ صفحہ ۲۲ پر ہی ہے۔ از طبقات ابن سعد ہفتم ص۲۱۱ زیاد بن ابی مسلم ابو عمر فرماتے ہیں کہ میں نے بکر بن عبد اللہ کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کیا کرتے تھے گیارھویں عبارت ص۲۲ پر ہی از طبقات ابن سعد ہفتم ص۹۸ ابو عشانہ فرماتے ہیں ہیں میں نے عقبہ بن عامر کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کرتے تھے۔ بارھویں عبارت۔ کتابچہ ص۲۳۔ سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے راوی انہوں نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کو دیکھا وہ سیاہ خضاب کرتے تھے (طبقات ابن سعد پنجم ص۱۵۶) جواب) محترم مصنف صاحب مرحوم نے اپنی اس کتاب صفحہ ۱۸ سے ص۲۲ تک تین کتابوں فتح الباری عینی اور طبقات ابن سعد سے یہ بارہ عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کا آخری ایڑی چوٹی کا زور ہے جس پر ان کو فخر ہونے کا حق ہے مگر یہاں بھی عبارات میں وہی توڑ پھوڑ اور کتر و بیونت ہے جیسا کہ امام نووی کی شرح مسلم میں انہوں نے کیا۔ اس قسم کے اڑتے پھرتے آوارہ اقوال تو اسلام کے ہر مسلم و متفق علیہ مسئلے کے خلاف مل جائیں گے یہی تو پرانے دشمنانِ اسلام کی دینِ اسلام کے خلاف زبردست سوچی سمجھی تخریب کاری ہے کہ اسلام کا ہر مسئلہ الجھا کر رکھ دو مسلمانوں کو کسی بھی دینی مسئلے میں اطمینان و سکون کا سانس نہ لینے دو۔ لیکن مخلصین مومنین خادمینِ اسلام علما فقہاء نے اِس لغویاری تخریب کاری واقوالِ آواری کا سدِ باب بھی شروع ہی سے فرماتے ہوئے ایک مکمل و مضبوط ضابطہ بنا دیا کہ خبردار ائمہ اربعہ کے اقوالِ طیبات کے سوا کسی بھی اِدھر اُدھر کے قول کو نہ ماننا۔ بس وہی مسئلہ اختلافی ہوگا جس میں ائمہ اربعہ کی آرا مختلف ہوں۔ اور جس مسئلے میں ائمہ اربعہ کی رائے متفق ہو وہ مسئلہ قیامت تک متفق علیہ رہے گا۔ اگرچہ ہزار ہا اقوالِ آوارہ اُس کے خلاف سر نکالتے رہیں گے بھٹکتے پھریں گے مصنف صاحب نے تو بڑے جوش و جذبے سے یہ بیمار اقوال چن چن کر جمع کر لیے مگر ہم مصنف مرحوم سے پوچھتے ہیں کہ جن کتابوں سے آپ نے یہ قول نقل کئے ہیں اُن کتابوں کے مصنفین۔ امام ابن حجر عسقلانی مصنف فتح الباری اور امام بدر الدین عینی و امام ابن سعد مؤلفِ طبقات کا اپنا مسلک کالے خضاب کے بارے میں کیا ہے؟ ذرا ہمت کرکے اوپر کی سطور میں وہ بھی دیکھ لیتے۔ اور اپنی اس

کتاب میں جرأت کر کے وہ بھی لکھ دیتے تو زمانہ آپ کو انصاف پسند کہتا۔ یہ سراسر بے انصافی و کج خلقی ہے کہ نام ان کا استعمال کر کے اقوال وہ لکھتے ہو جن کی یہ سب مصنفین تردید کر رہے ہیں اور ان آوارہ اور باطل و مردود اقوال کو تعریض و تمریض کے طریقے پر لکھ کر مسلمانوں کو ان عقیدوں سے بچا رہے ہیں۔ کیسی کم فہمی ہے کہ جن باطل اقوال سے یہ شارحین بچا رہے ہیں انہی بیماروں کی گود میں مصنف مرحوم پناہ لے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ امام ابن حجر عسقلانی۔ امام بدر الدین عینی اور ابن سعد علیہم الرحمتہ کا اپنا مسلک واضح الفاظ میں یہ ہے کہ کالا خضاب حرام ہے۔ اور اس پر انہوں احادیث کی وعیدیں بھی نقل فرمائیں ہیں جیسا کہ ہم آخر میں ثابت کریں گے۔ مگر ان حقائق سے مصنف کی آنکھیں بند ہیں وہی یہ بات کہ امام عالی مقام امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سیاہ خضاب لگایا تو اس کی وجہ فقہاء کرام نے تاریخی ثبوت کے ساتھ یہ بیان فرمائی کہ امامین کریمین نے میدان جنگ میں سیاہ خضاب لگایا تھا وہ بھی ایک دفعہ۔ دیبند دھویں غلطی۔ کتابچی کے صـ۲۲ پر لکھا ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ان کے فرزند رشید غلام محی الدین شاہ بابوجی۔ میاں غلام اللہ صاحب قبلہ ثانی شرقپوری۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی اور حضرت پیر خواجہ قمر الدین سیالوی اور استاذ العلماء علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی وغیرھم جیسے اکابر سیاہ خضاب لگاتے رہے اور لگا رہے ہیں۔ حالانکہ علماء و مشائخ کے افعال دین میں سند ہوتے ہیں (الخ) جواب۔ اس اردو عبارت میں مصنف مرحوم نے چھ بزرگوں کے نام لکھے ہیں کہ وہ کالا خضاب لگاتے رہے اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی کتاب بریق المنار صـ۱۸ سے ثابت کیا ہے کہ اہل دین کے افعال سند ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے واقعی اہل دین یعنی فقہاء عظام اکابر دین کے ذاتی اعمال بھی امت کے لیے سند ہیں لیکن اہل دین کے لیے فقہاء کرام نے چھ شرطیں بیان فرمائی ہیں ۱۔ ہر کام سنت نبوی کے مطابق ہو ۲۔ اس کا علم و فکر اجتہاد فی التصحیح تک پہنچا ہوا ہو ۳۔ دیگر اکثر علماء ہم عصر اس کو سند مانتے ہوں ۴۔ اس کا کوئی کام بھی اپنی رائے سے نہ ہو اپنے امام کی تقلید میں ہو (یعنی مجتہد فی الاصول ائمہ اربعہ میں سے اپنے امام کا ہمہ وقتی

پوری احتیاط سے عمل مقلد ہو ۵ خود بھی صاحب الرائے اور اہل فتویٰ ہو اپنے ہر عمل پر دلیل و مآخذ کا ماہر ہو ۶ تقوے اور خشیت سے معمور ہو (از شرح نبراس) اہل دین کا امت مسلمہ کے لیے سند ہونا ان چھ شرطوں سے مشروط ہے۔ جہاں اور جس شخصیت میں یہ شرطیں پائی جائیں گی وہ واقعی امت کے لیے سند کی حیثیت رکھتا ہے اگر ایک بھی کم ہوگی تو معیار ختم ہوگا۔ علم اصول کے اس قاعدے سے ماضی قریب کی صرف چند شخصیات ہی سند اسلام ہونے کے مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔ خشیت اور تقویٰ طہارت تو بحمد اللہ تعالیٰ ان سب شخصیات کو بدرجہ اتم حاصل ہے۔ مگر اجتہاد فی الفروع اور صاحب الرائے و مآخذ دلائل فی المسائل کا ملکہ۔ اور اہل فتویٰ ہونا۔ اس مقام پر صرف چند بزرگ ہی نظر آتے ہیں۔ مثلاً اعلیٰحضرت مجدد بریلوی ۲ صدر الافاضل مراد آبادی ۳ پیر سید مہر علی شاہ حضرت اعلیٰ محدث گولڑوی ۴ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ علی پوری فنا فی الرسول و عاشق سنت مصطفیٰ ۵ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہی وہ آئینہ جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو دیکھ کر دور صحابہ کی یاد تازہ ہوتی تھی یہی مقدس ہستیاں کفش بردار صحابہ تھیں۔ شیخ الحدیث لائلپوری یہ ہستیاں واقعی سند اسلام حجۃ اللہ البالغہ ہیں۔ لیکن میری تحقیق کے مطابق ان میں سے کسی نے کبھی بھی کالا خضاب نہیں لگایا نہ ہی جواز کا فتویٰ دیا۔ میں نے کالے خضاب سے متعلق اپنے دور کے تین بزرگوں سے گفتگو کی تھی ۱ حضرت قبلہ پیر ابو الحقائق شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی ۲ حضرت محترم صاحبزادہ بابوجی گولڑوی مرحوم ۳ حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ العالی ۱ اور خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کو بہت ہی قریب سے چند بار دیکھنے اور زیارت کا شرف حاصل ہوا حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کبھی بھی سیاہ خضاب نہیں لگایا بلکہ ان کا خضاب نیز سرخ ہوتا تھا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ تیز خضاب لگا ہے اصل سیاہی کا رنگ نہیں نہ کسی کو بالوں کے اصلی رنگ کا دھوکہ ہو سکتا تھا۔ غالباً ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے کہ آپ گجرات میں سید عبد الغنی شاہ صاحب کے گھر تشریف لائے میں نے بھی حاضری دی۔ یہ ان کی کرامت

تھی یا فراستِ ملی کے میرے بار بار دیکھنے سے از خود لوگوں سے فرمانے لگے۔ میں مہندی اور وسمے کا خضاب لگاتا ہوں۔ وہ بھی کبھی کبھی۔ خالص سیاہ تو حرام ہے۔ لوگ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ محدث گولڑوی حضرت اعلیٰ کالا خضاب جائز بھی سمجھتے تھے اور لگایا بھی کرتے تھے اور یہاں تک اڑائی گئی ہے کہ ایک دفعہ اعلیٰحضرت بریلوی اور پیر مہر علی شاہ کا مسئلہ خضاب پر مناظرہ ہونے لگا تھا۔ مگر پھر محدث گولڑوی نے انکار فرما دیا اور مناظرہ ملتوی ہو گیا میں کہتا ہوں یہ سب باتیں غلط جھوٹی اور افواہیں ہیں۔ حضرتِ اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمۃ کی طرف یہ اتہام و نسبت ولدادگانِ خضاب کے چھوڑے ہوئے شوشے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں۔ اسی سلسلے میں نے پہلے وزیر آباد جا کر علامہ ہزاروی علیہ الرحمۃ سے شرفِ زیارت حاصل کیا اور اُن سے پوچھا کہ محدث گولڑوی کی کوئی تحریری عبارت دکھاؤ جس میں آپ نے جوازِ سیاہ کا فتویٰ دیا ہو یا اپنے عمل کا ذکر کیا ہو۔ علامہ ہزاروی نے فرمایا کہ عجالہ بر دو سالہ کا مطالعہ کرو۔ میں نے عرض کیا کئی مرتبہ پڑھ چکا ہوں مگر نہ وہ حضرتِ اعلیٰ کی تحریر ہے نہ اس پر حضرت کی تائیدی تحریر ہے۔ اس پر حضرت قبلہ ہزاروی صاحب فرمانے لگے کہ گولڑے شریف جاؤ اور پیر صاحب سجادہ نشین بابو جی صاحب سے ملو۔ وہ تحریری ثبوت یقیناً دیں گے۔ میں چند دن بعد گولڑے شریف حاضر ہوا سب سے پہلے مزار اقدس پر حاضری دی پھر مسجد میں نماز عصر پڑھنے کے لیے گیا دیکھا کہ ایک امام صاحب مصلے پر تشریف فرما ہیں کالا خضاب لگا ہوا ہے اور اوپر سے سفید چمکتے ہوئے بالوں نے چغلی کھائی کہ یہ خضاب ہے اصل قدرتی رنگ نہیں اس لیے جب جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے اور میرے ساتھی نے علیحدہ نماز پڑھی جب جماعت ختم ہوئی تو امام صاحب اور اُن کے مقتدیوں نے ہم کو علیحدہ نماز پڑھتے دیکھا۔ ہم دونوں اٹھ کر حضرت بابو جی کی تلاش میں مسجد سے باہر نکلے تھوڑی ہی دور پر آپ اپنی گاڑی کے قریب کھڑے راولپنڈی جانے کی تیاری میں تھے مجھ کو دیکھ کر میری طرف تشریف لائے اور مجھ کو اپنے گیرج میں لے گئے اور مجھ سے خیریت پوچھنے لگے اتنی دیر میں مسجد کے امام صاحب محترم صاحب اور چند نمازی اُن کے ہمراہ وہیں تشریف لائے۔ بابو جی قبلہ کی دست بوسی کر کے فرمانے لگے کہ حضرت

صاحب اِن بزرگوں نے ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ گیراج میں دو چار پائیاں بچھی تھیں ایک پر بابوجی قبلہ تشریف فرما ہوئے دوسرے پر مجھ کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا درمیان میں نیچے خوب صورت صاف ستھری پاکیزہ دری بچھی تھی اُس پر پیچھے امام صاحب اور اُن کے چند ساتھی بیٹھ گئے۔ امام صاحب کے سوال پر بابوجی قبلہ مسکرائے اور میری طرف دیکھتے ہوئے فرمانے لگے کہ اس کا جواب تو یہ ہی دے سکتے ہیں میں نے عرض کیا کہ نماز سے پہلے مجھ کو شک گزرا تھا کہ شاید امام صاحب محترم نے کالا خضاب لگا رکھا ہوا ہے اگر یہ صحیح ہے تو چونکہ میری تحقیق کے مطابق کالا خضاب لگانا حرام ہے اور جس نے یہ ناجائز خضاب لگایا ہو میں اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا بلکہ کوئی بھی شرعی گناہ جب کسی امام کے ساتھ نماز میں نظر آتا ہو تو اُس کے پیچھے نماز منع ہے اگر پڑھی گئی تو لوٹانی واجب ہے۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ کالا خضاب تو حضرتِ اعلیٰ قبلہ بڑے پیر صاحب علیہ الرحمۃ لگایا کرتے تھے اور جائز فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے ہم بھی اس کو جائز مانتے ہیں میں نے عرض کیا کہ دنیائے اسلام میں پیر صاحب قبلہ کی ذات بابرکات سند کی حیثیت ہے۔ اگر حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی تحریری فتویٰ یا ذاتی عمل شریف کا ثبوت مجھ کو مل جائے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا بشرطیکہ ذاتی عمل شریف میں حضرت کی اپنی تحریر ہو۔ اس پر امام صاحب نے بھی رسالہ مجالہ بردو سالہ کا ہی حوالہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ رسالہ نہ حضرت قبلہ علیہ الرحمۃ کی تحریر ہے نہ تصنیف نہ تالیف نہ اس پر آپ کی تحریری تائید لہٰذا یہ کوئی ثبوت نہیں امام صاحب اس پر خاموش ہو گئے اور کافی دیر خاموش رہے۔ اس دوران میں بھی اور بابوجی قبلہ بھی امام صاحب کی طرف دیکھتے اور جواب کا انتظار کرتے رہے جب وہ خاموش ہی رہے تب قبلہ بابوجی نے اُٹھتے ہوئے اپنے مخصوص پنجابی لہجے میں فرمایا۔ آپ کے اِس سوال کا جواب مجھ پر اُدھار ہے۔ میں نے عرض کیا یہ جواب بہت ضروری ہے میں کب حاضر ہوں ارشاد فرمایا اُس کے لیے آنے کی ضرورت نہیں وہیں گجرات آپ کو مل جائے گا۔ اِس کے بعد قبلہ محترم اپنی گاڑی میں روانہ ہو گئے اور ہم اپنی گاڑی میں واپس آ گئے۔ اسی دوران حضرت نے چائے سے ہماری دعوت بھی فرمائی۔ اتنی بڑی شخصیت اور مجھ جیسے کی یہ عزت و قدر افزائی

میرے لیے سدا بہار پھول ہے۔ مگر وہ اُدھار آج تک ادا نہ ہوا نہ ہی مجھ کو پھر اب گولڑہ شریف جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ میں نے اور بھی بہت سے حضرات قبلہ محدث گولڑوی علیہ الرحمۃ کے متوسلین سے اس بارے استفسار اور تحریر طلب کی مگر مجھ کو آج تک کوئی تحریر نہ مل سکی۔ نہ کسی نے دکھائی جس سے میں اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے۔ اور پھر ہو کیسے سکتا ہے کہ اتنا عظیم انسان درویشِ رسالت عاشقِ کفشِ نبوت وہ خضاب لگائے جس کو صریحی احادیث میں وعید شدید سے منع فرمایا گیا ہے۔ اب آپ اندازہ لگایئے کہ پیر صاحب کو کِس کِس غلط طریقوں سے ملوث کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ گولڑوی سرکار کی طرف کالے خضاب کی نسبت (معاذ اللہ) درست ہوتی تو اُس دور کے فقہاءِ اسلام سے ضرور مباحثہ تحریری و تقریری کہیں نہ کہیں مذکور ہوتا۔ نیز گولڑوی سرکار آخر کس عورت کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے لگاتے۔ یا کالا خضاب لگاتے وقت کس کو جوانی کا دھوکہ دینے کا ارادہ فرماتے۔ بات بنانے سے پہلے کم از کم یہ ہی سوچا ہوتا۔ اسی زمرے میں مصنف صاحب مرحوم نے بلا سوچے سمجھے اڑتی خبر کو اپنی دلیلوں میں شامل کر لیا ہو سکتا ہے کہ حضرت قبلہ ثانی شرقپوری علیہ الرحمۃ کے متعلق بھی بناوٹی اور بے پر کی کسی نے چھوڑی ہو اور ان کے متعلق تو یہ خضاب سیاہ لگانے والی بات میں نے اس سے پہلے سنی ہی نہیں یہ صرف مصنف صاحب کی اس تحریر سے پتہ لگا۔ اور سابقہ حوالوں کو دیکھتے ہوئے مصنف صاحب کو یہ خبر بھی غلط ہی معلوم ہوتی ہے۔ علامہ عبد الغفور ہزاروی صاحب قبلہ محترم سے میں نے خود پوچھا کہ آپ یہ کالا خضاب کیوں لگاتے ہیں تو آپ نے اپنے مخصوص پنجابی لہجہ میں فرمایا کہ میں تو صرف اپنے پیر کی نقل کرتا ہوں۔ رہا مسئلہ حضرت محترم علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ کا تو واقعی آج تک کالا خضاب لگا رہے ہیں۔ مگر ان کا لگانا تو ہمارے مصنف مرحوم کے نزدیک بھی حرام ہے اس لیے کہ علامہ بندیالوی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر تک پہنچے ہوئے ہیں یا پہنچنے والے ہیں۔ اور مصنف صاحب انہا اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۵ پر اپنے ہی حوالہ ۱۸۱ کتیبِ اِبِی قُحَافَہ پر شرح نووی کے قاضی کی خود ساختہ تطبیق کا سہارا لے

ے کر لکھتے ہیں کہ جن کے سر کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں حضرت ابو قحافہ کی عمر کے برابر علماء اصول کے ان ضوابط سے معلوم ہو گیا کہ کون سند ہو سکتے ہیں کون نہیں ہو سکتے جنہوں نے اپنے کسی فعل پر فرمانِ شریعت کو مقدم نہ رکھا۔ خیال رہے کہ سند استدلال کا یقینی خزانہ ہوتی ہے۔ یعنی اُس شخص کی ذات سند ہوتی ہے جس نے کبھی کوئی عمل بغیر دلیل نہ کیا ہو۔ اور وہ شخصیت اِس بات میں اتنی مشہور ہو جائے کہ اُس کے عمل کو دیکھتے ہی ہر شخص جان لے کہ اُس عمل کی یقیناً دلیل ہو گی جب تک کسی بزرگ کی یہ فدا او احتیاط نہ ہو وہ سند نہیں ہو سکتا اس لیے ہر عالم امام وخطیب اُمت کے لیے سند نہیں ہو سکتا۔ یہ تو تھا عملی سند کا تعارف قولی سند اور دلیل میں فرق یہ ہے کہ۔ لغوی معنیٰ میں دلیل وہ ہے جس سے کسی مسئلہ یا کسی شی کی رہنمائی حاصل کی جائے اور اصطلاح شریعت میں دلیل وہ ہے کہ جس کے علم اور جاننے سے کسی دوسری شی کا علم حاصل ہو۔ دلیل۔ دَلٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ راستہ دکھانا دلالت کرنا پتہ یا نشانی بتانا۔ اور سَنَد کا لغوی معنیٰ ہے ٹیک لگانا بھروسہ کرنا۔ اعتماد کرنا۔ چنانچہ مناظرہ رشیدیہ ص۲۷ پر ہے۔ اَلسَّنَدُ مَا یُذْکَرُ لِتَقْوِیَةِ الْمَنْعِ وَالدَّلِیْلِ سَوَاءٌ کَانَ مُفِیْدًا فِی الْوَاقِعِ اَوْلَا۔ یعنی سند اصطلاحاً وہ ہے جو ممانعت اور دلیل کو قوی کرنے کے لیے ذکر کی جائے اصلاً خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بہر حال مصنّف صاحب مرحوم مغفور کی یہ بات بھی صحیح ثابت نہ ہو سکی کہ فلاں فلاں بزرگ کالا خضاب لگاتے تھے اس لیے جواز ثابت ہوا جو بزرگ جو شخصیات واقعی سند اہل سنّت ہیں اُن کے نزدیک کالا خضاب حرام ہے ان کا لگانا درست نہیں اور دیگر بزرگانِ دین جو واقعی لگاتے ہیں ان کے پاس جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں دسویں غلطی) صفحہ ۲۵ سے آگے مصنف مذکور اُن احادیث کا جواب دیتے ہیں جن سے خضاب سیاہ کی حرمت ثابت ہے جواب کیا ہیں بس بچگانہ طفل تسلیاں ہیں۔ بلکہ اتنے بڑے اور مشہور علامہ مرحوم سے ایسی کمزور باتیں جیران کن ہیں۔ چنانچہ ص۲۵ پر جواب الزامی کے طریقے یوں فرماتے ہیں کہ جن چھ احادیث میں کالے خضاب کی حرمت مذکور ہے وہ سب مطلق ہیں تو کیا ان ارشادات میں مجاہدین کے لیے استثناء ہے اگر ہے تو کہاں

اور اگر مطلقاً ہیں تو پھر ان ارشادات کی روسے تو مجاہدین بھی ان کا مصداق قرار پا گئے اور اگر بالفرض کسی وجہ سے غازی مجاہدین کے لیے استثنا ثابت بھی کر دیا جائے (جو کہ ہے) تو کیا آپ جانتے ہیں کہ جہاد اور مجاہدین کی کتنی قسمیں ہیں اگر نہیں تو ملاحظہ فرمائیے۔ اگلے صفحہ ۲۶ اور ۲۷ پر مصنف صاحب نے مجاہدین کی چھ قسمیں بیان کی ہیں اور حوالوں میں فتح الکبیر ص۲۰۸ ج۲ اور مشکوٰۃ کتاب الجہاد کا ذکر کیا ہے۔ جواب۔ کیا عجیب لغزش ہے کہ دین میں مجاہدہ کرنے والے حکمی مجاہدین کو حقیقی مجاہدین اور لغت کو اصطلاحات کی صنف میں شامل کیا جا رہا ہے خیال رہے کہ شریعت ہو یا طریقت رسم ہو یا رواج اصطلاح یا عرف عام کبھی بھی لغوی معنیٰ کو اصطلاحی اور اصطلاحی کو لغوی نہیں بنایا جا سکتا۔ اور حقیقی کو مجاز یا مجاز کو حقیقت نہیں کہا جا سکتا۔ اصطلاحات شریعت کی ہوں یا عرف عام کی ہر لفظ کا حقیقی معنیٰ ہی مراد ہوتا ہے نہ کہ مجازی یا لغوی۔ یہ قاعدہ کلیہ مصنف کو بھی معلوم ہے مگر یہاں یہ فرق نہ رکھنا اور حقیقت و مجاز کو مخلوط کرنا مصنف کی عمداً لغزش ہے۔ یہ بھی مصنف صاحب کو معلوم ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے ہر لفظ کا لغوی اور مجازی معنیٰ بھی ہوتا ہے اور حقیقی و اصطلاحی معنیٰ بھی مگر استعمال میں صرف حقیقی معنیٰ مراد ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اگر حقیقت کسی جگہ متعذر ہو تو مجبوراً مجازی معنیٰ مراد ہوں گے بلا وجہ کھلے عام نہ مجازی معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں نہ بیک وقت ایک لفظ سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ علم اصول کے یہ قواعد مشہور و مضبوط ہیں۔ اسی کلیہ سے۔ نبی۔ رسول۔ شریعت۔ شہید۔ مجاہد۔ پیغمبر وغیرہ الفاظ کا معنیٰ متعین ہو جاتا ہے۔ ان الفاظ کے لغوی معنیٰ کچھ اور ہیں اصطلاحی معنیٰ کچھ اور ہیں۔ لیکن جب مطلقاً بغیر قید یہ لفظ بولے جائیں تو حقیقی معنیٰ مراد ہوں گے نہ کہ مجازی یا حکمی نیز مجازی معنیٰ تو حقیقت کے مشکل ہونے کے وقت مستعمل ہیں اور حکمی معنیٰ اس وقت مراد ہوتے جب تھوڑی سی تشبیہ یا مشابہت و مماثلت بین الحقیقی والمجازی۔ اس وقت اس معنیٰ؟ مراد کو حکمی کہا جائے گا۔ لیکن اصلی معنیٰ پھر بھی حقیقی ہی رہیں گے مجازی معنیٰ عارضی ہوں گے۔ مثلاً شیر اصلی تو جنگل کا جانور ہے مگر مجازاً و حکماً صرف بہادری کی مشابہت سے زید وغیرہ انسان کو بھی کہدیا جاتا ہے

یہی حال شہید کا ہے اور یہی حال مجاہد کا ہے اسی مشابہت پر شہید کی بھی دو قسمیں ۱ شہید حقیقی ۲ شہید حکمی اسی طرح مجاہد بھی ۱ مجاہد حقیقی ۲ مجاہد حکمی۔ مجاہد اصلی حقیقی ہی کو کہا جائے گا۔ وہ وہی ہوگا جو ہتھیار بند ہو کر میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کے لیے چلا جائے۔ مگر مصنف صاحب کی عقل نے یہ فرق نہ رکھا اور لگے بیوقوف بنانے اگر مصنف ہی کی طرح قلمی پچکاریاں چھوڑی جائیں تو دین اسلام کا پھر اللہ ہی حافظ ہے مصنف کی تقسیم سازی کتنی خطرناک ہے، آج مصنف نے مجاہد کی چھ قسمیں بنا کر ہر ایک بستر پر لیٹے آرام طلب مولوی خطیب اور امام کے لیے کالا خضاب جائز کر دیا۔ کل کوئی اور ایسا ہی گمراہ کُن قلم اٹھا کر نبی رسول، پیغمبر کا لغوی ترجمہ کر کے ہر ایرے غیرے کو نبی رسول اور پیغمبر کہتا پھرے گا۔ ہم مصنف سے پوچھتے ہیں کہ اگر نیکی کا حکم دینے والا ۲ برائی سے منع کرنے والا ۳ مشکل جگہ صدق و حق سے قائم رہنے والا ۴ فاسق و بدعقیدہ سے نفرت کرنے والا ۵ نفس کی ناجائز خواہشات کو کچلنے والا ۶ فاسق و بدعقیدہ و بے دین کی دلائلِ حقہ سے تردید کرنے والا اور مذہب حق کی تائید کرنے والا بھی حقیقی مجاہد اور میدانِ جنگ میں حاضر ہونے والے شخص کی طرح ہی مجاہد ہیں تو پھر چاہیئے کہ ان تمام مولیوں کے لیے۔ ریشم کا لباس اور کذب بیانی۔ دھوکہ فریب دینا بھی جائز ہو جائے۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مجاہدین کے لیے جائز ہے کہ کفار کو دھوکہ دے سکتا ہے ان سے جھوٹ بول سکتا ہے، صرف کالے خضاب تک کیوں رہا جائے۔ چنانچہ مجاہدین کے لیے احادیث مبارکہ اس طرح ہیں ۱ بخاری جلد اوّل ص۴۲۵۔ بَابُ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ۔ طبع سعید کراچی۔ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔ مَعْمَر۔ ھمّام عن ابی ھریرۃ۔ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم وَسَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَۃً (۲) عن ابی ھریرۃ قَالَ سَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللہ علیہ وسلم الحرب خُدعۃً (۳) عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عبدِ اللہِ قَالَ قَالَ النبیُّ صلّی اللہ علیہ وسلم اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ (۴) ابوداؤد اوّل بَابُ الْمَکْرِ فی الْحَرْبِ ص۳۵۵ پر ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ (۵) ابوداؤد۔ عن محمد بن عبید۔ ابو ثور۔ معمر۔ الزھری۔ عبد الرحمٰن بن کعب۔ بن مالک۔ عَنْ اَبِیْہِ۔ اَنَّ النَّبِیَّ صلّی اللہ علیہ وسلم

كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا۔ وَكَانَ يَقُولُ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ
(۶) بخاری شریف جلد اوّل ص۴۲۵ پر ایک باب ہے۔ اَلْكِذْبُ فِي الْحَرْبِ (۷) بخاری اوّل ص۴۰۹ بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ۔ طبع کراچی
عن احمد بن مقدام۔ خالد بن حارث۔ سعید۔ قتادہ۔ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيْصٍ مِنْ حَرِيْرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا۔
(۸) اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يَعْنِي اَلْقُمَّلَ فَارْخَصَ لَهُمَا فِي الحرير۔ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ۔
ترجمہ۔ خلاصہ ان آٹھوں حدیثوں کا یہ ہے کہ مجاہدین کو میدانِ جنگ میں اور جنگ کی تیاری میں کفار سے مکر کرنا۔ ان کو دھوکا دینا۔ اُن سے جھوٹ بولنا۔ بوقت ضرورت کپڑے کے ریشم کا لباس پہننا۔ سب کچھ جائز ہے۔ حالانکہ میدانِ جہاد اور تیاری جہاد کے علاوہ یہ سب کام ہر مسلمان پر حرام ہیں۔ چنانچہ حاشیہ ابوداؤد ص۲۵۵ پر ہے سلہ وَاِنْ كَانَ مَحْظُوْرًا فِي غَيْرِهَا۔ ترجمہ۔ اگرچہ جنگ کے علاوہ یہ تینوں کام ہر مسلمان پر ہر شخص کے ساتھ مسلم غیر مسلم کے ساتھ جھوٹ فریب مکر ممنوع ہیں۔ اور ہر مرد پر ریشم بھی حرام ہے۔ آپ بتائیے عاشقِ خضاب سیاہ مصنف صاحب کہ آپ کا فتویٰ اپنے لیے اور دیگر حکمی مجاہدین عاشقانِ سوادِ خضاب مولویوں کے لیے۔ ان چیزوں کے جواز کے بارے میں کیا ہے روٹی توڑ پراٹھا پھوڑ مجاہد بنتا ہے تو صرف خضاب جائز کیوں! جھوٹ مکر بھی جائز کردو۔ یقیناً اُن مولویوں اماموں کی طرف سے بہت دعائیں ملیں گی۔ خیال رہے کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ احادیث اور فرمانِ نبوت سے مجاہدین کے لیے بھی کالے خضاب کی رخصت و اجازت ثابت نہیں بلکہ کسی بھی حدیث شریف میں ہاں۔ نا۔ کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ یہ اجازت صرف فقہا کے استنباطی مسئلے سے ہے اور کئی شرائط کے ساتھ۔ چنانچہ کتاب جمع الوسائل شرح شمائل مقدسہ جلد اوّل کے ص۱۰۲ پر ہے۔ فَذَهَبَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ اِلٰى كَرَاهَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ وَجَنَحَ النَّوَوِيُّ اِلٰى اَنَّهَا كَرَاهَةُ التَّحْرِيْمِ

مِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ رَخَّصَ فِيْهِ فِي الْجِهَادِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِيْ غَيْرِهٖ وَاسْتَحَبَّ الْخِضَابَ بِالْحُمْرَةِ أَوِ الصُّفْرَةِ لِحَدِيْثِ جَابِرٍ۔ ترجمہ۔ علماءِ اسلام کی اکثریت یعنی جمہور علما فقہا (تقریباً سارے ہی علما نے) سیاہ خضاب کو حرام بلکہ احتہ تحریمی کا مذہب بنایا ہے۔ یہی امام نووی کا مذہب ہے ہاں چند علما نے صرف مجاہد کو صرف جہاد میں کالے خضاب کی (عارضی) اجازت دی ہے۔ اور جہاد کے علاوہ کوئی اجازت ان کو بھی نہیں ہے اور عام حالات میں تمام مسلمانوں کے لیے انہوں نے بھی سرخ یا پیلے خضاب کو پسند فرمایا ہے حدیث جابر رض کی دلیل سے۔ (ستارھویں غلطی) صفحہ ۲۸ پر ایک مشہور حدیث پاک کی توہین و گستاخی کے ساتھ کذب بیانی اور غلط تاویلیں کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نسائی شریف کی وہ حدیث۔ يَكُوْنُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ اس ارشاد گرامی میں جو باتیں ارشاد ہوئیں کہ وہ قوم آخر زمانے میں ہوگی۔ سیاہ خضاب کرے گی کبوتر کے پوٹوں جیسا ۳ جنت کی خوشبو نہ پائے گی۔ یہ تینوں باتیں سیاہ خضاب کی حرمت ثابت نہیں کرتیں بلکہ سیاہ خضاب صرف ان کی نشانی کے لیے بیان کیا گیا ہے جرم کچھ اور ہوگا جس کی وجہ سے اس قوم کو جنت سے بالکل محرومی ہوگی۔ اپنی اس فضول اور لایعنی تاویل کی تائید میں وہ مصنف صاحب دو روایتیں تمثیلاً پیش کرتے ہیں ایک عربی اور ترجمہ کے ساتھ دوسری کا صرف ٹوٹا پھوٹا اور ادھر ادھر سے ادھورا ترجمہ لکھتے ہیں اصل عبارت عربی اور حوالہ درج نہیں کیا اس لیے کہ یہ ان کے خلاف جاتی ہے۔ چنانچہ پہلی تقابلی تمثیل میں بحوالہ ترمذی لکھتے ہیں کہ دجالُ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ (الخ) آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جو دنیا کو دین میں ملائیں گے لوگوں کے لیے دنبوں کی کھالوں کی پوستینیں پہنیں گے (الخ) مصنف مرحوم اس روایت سے اپنا مطلب نکالتے ہوئے لکھتے ہیں دیکھئے اس ارشاد میں ایک گمراہ قوم کی نشانی بتائی گئی ہے کہ وہ پوستینیں پہنیں گے اور نرم زبان شیریں کلام ہوں گے۔ حالانکہ پوستین پہننا۔ نرم زبان ہونا

حرام یا عیب وگناہ نہیں۔ مگر یہ ان کی نشانی بتائی گئی۔ اس طرح آخری قوم کا سیاہ خضاب لگانا بھی صرف ان کی نشانی بتایا گیا نہ کہ گناہ یا حرام یا باعث محرومی۔ اپنی اس غلط تشریح میں امام ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری جلد دہم ص۳۰ کا عربی حوالہ بھی پیش کرتے ہوئے بتاتے ہیں خضاب والی روایت کا یہ مطلب فتح الباری نے کیا ہے نہ کہ فقط ہم نے۔ دوسری تمثیل میں لکھتے ہیں کہ۔ اسی طرح ایک حدیث میں فرمایا کہ وہ سر امنڈائیں گے۔ سکون سے نمازیں پڑھیں گے۔ یہ بھی ایک قوم کی نشانی ہے کیونکہ سر منڈانا اور سکون سے نمازیں پڑھنا اچھی بات ہے حرام یا بری نہیں۔ پس اس طرح کالا خضاب لگانا بھی اُس قوم کی نشانی بتائی نہ کہ حرمت کے لیے نیز لکھتے ہیں کہ گزشتہ صفحات میں گزرا (یعنی مصنف نے ثابت کر دکھایا) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیاہ خضاب کو اَحسن فرمایا۔ متعدد صحابہ وتابعین۔ اہل بیت۔ ائمہ محدثین فقہا حنفیہ اور ہزاروں علماومشائخ اس کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہیں۔ نیز جنگلی کبوتر کے پوٹے سیاہ نہیں ہوتے بلکہ سیاہی کے ساتھ بہت زیادہ نیلا پن ہوتا ہے (الخ) جواب۔ یہاں ہمارے محترم مصنف مرحوم نے تقریباً پانچ زبردست غلطیاں کیں جو غلط بیانیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ پہلی یہ کہ حدیث پاک نے فرمایا کہ سیاہ خضاب کبوتر کے پوٹوں کی مثل۔ یعنی حدیث پاک نے کبوتر کے پوٹوں کو سیاہ فرمایا اور اُن کے ساتھ خضاب کو تشبیہ دی مگر مصنف لکھتے ہیں کہ پوٹے سیاہ نہیں ہوتے۔ گویا کہ مصنف صاحب حدیث پاک کی غلطی نکال رہے ہیں۔ کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو سیاہ فرمائیں اور یہ کہیں سیاہ نہیں ہوتے اپنی معلومات کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ یہ طرزِ تکلم سراسر گستاخی وگمراہی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصنف کی معلومات ناقص ہے۔ کبوتر کی ہزار ہا قسمیں اور سینکڑوں رنگ ہوتے ہیں۔ جنگلی کبوتر بھی بہت سے رنگ والے ہوتے ہیں۔ بستر پر لیٹے لیٹے کتابیں لکھنا تو بہت آسان ہے علم حاصل کرنا مشکل ہے اسی چیز کی مصنف مرحوم کے پاس کمی ہے ورنہ ایسی گستاخی نہ کرتے ہم نے پہلے اسی حدیث پاک کی شرح میں ثابت کر دیا کہ جنگلی کبوتر کے پوٹے سیاہ بھی ہوتے ہیں بلکہ بعض جنگلی تو بالکل پورے سیاہ بھی ہوتے ہیں۔ مصنف اوران

کی معلومات غلط ہیں دوم یہ کہ۔ اِس آخری قوم کی جنت سے محرومی اِسی سیاہ خضاب کی وجہ سے ہوگی یہ سیاہ خضاب کا ذکر فرمانِ رسول کریم میں فقط نشانی کے لیے نہیں ہے۔ تین وجہ سے ۱؎ وجہ یہ کہ تمام فقہا اور محدثین نے اس حدیث پاک سے حرمت اور کراہت کا استدلال کیا ہے۔ بلکہ اس حدیث کو جس باب میں لکھا ہے اس باب کا نام بھی۔ **باب منع الخضاب بالسواد۔ باب ترک الخضاب السواد**۔ رکھا ہے۔ ۲؎ وجہ یہ کہ تمام احادیث۔ اللہ رسول کے شرعی احکام بتانے کے لیے ہوتی ہیں خواہ کسی طرز بیانی سے ہوں۔ فرمان نبوّت نہ تو تاریخی مقولے ہوتے اور نہ ہی پہیلیاں۔ مصنف نے جو اوٹ پٹانگ غلط تشریح کر ڈالی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس آخری قوم کی نشانی تو بتا دی اور سزا بھی بتا دی۔ یعنی نشانی سیاہ خضاب لگانا اور سزا جنت سے محرومی مگر قوم کا نام اور جرم نہ بتایا۔ جس سے یہ حدیث ایک پہیلی بن گئی کہ تا قیامت لوگ سوچتے رہیں۔ وہ قوم کونسی ہو گی۔ خود مصنّف بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ قوم کون سی ہوگی۔ مصنف کی اس خود ساختہ تشریح نے حدیثِ رسولُ اللہ کو ایک مذاق بنا دیا۔ امام عسقلانی کی عبارت بھی مصنّف کو اس گستاخیِ حدیث سے نہ بچا سکی نہ یہ حوالہ ان کو کارآمد۔ کیونکہ یہ تشریح امام عسقلانی خود نہیں فرما رہے بلکہ یہ بتا رہے ہیں کہ کسی کم عقل نے اس بہترین واضح اور صاف حرمتِ خضاب والی حدیث پاک میں بھی ایسی جہالت کا مظاہرہ کیا کہ سیاہ خضاب کو قوم کی نشانی بنا دیا حالانکہ یہ سیاہ خضاب لگانا اُس قوم کی نشانی نہیں بلکہ اصل جرم ہے۔ اور صرف سیاہ خضاب لگانے کی پاداش میں جنت سے محرومی یا قربِ جنت سے محرومی یا جنت کی خوشبو سے محرومی ہوگی۔ عبارتِ حدیث تو صاف یہی فرما رہی کہ قَوْمٌ یُخْضِبُوْنَ۔ وہ قوم خضابِ سیاہ لگایا کرے گی۔ بلکہ اب ایسی کتابیں پڑھ کر صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاید حدیث پاک میں آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی زمانے کا ارشارہ فرمایا ہو۔ کیونکہ یہ زمانہ بھی آخری زمانوں میں سے ہے۔

۳؎ وجہ یہ کہ حدیث پاک کے واضح الفاظ بھی حرمتِ خضاب کو ثابت کر رہے ہیں اور علی الترتیب وضاحت ہے کہ پہلے قوم کا جرم بتایا جا رہا ہے پھر نشانی پھر سزا۔ اس حدیث پاک میں ایسا ہی کیا گیا کہ قوم کا زمانہ اور جرم و نشانی اور سزا

سب کچھ بیان فرما دیا گیا۔ ۱؎ قوم کا زمانہ آخری ہے ۲؎ جرم خضاب لگانا ہے ۳؎ اور نشانی کبوتروں کے پوٹوں کے مثل کالے سیاہ اور سزا محرومی جنت اب کوئی اعتراض و سوال حدیث پر نہیں پڑتا۔ یہ ہے حدیث پاک کی سچی سمجھ اور صحیح تشریح مصنف کی عقل کی رسائی اگر یہاں تک نہ ہو سکے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ سوم یہ کہ مصنف نے ابن ماجہ والی پیش کردہ غلط اور ضعیف روایت کا ذکر کیا معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کالے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا۔ ہم نے پہلے اِس کا جواب عرض کر دیا کہ یہ جھوٹی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کالے خضاب کو اَحْسَنَ نہ فرمایا بلکہ بہت سی کتاب اور خود ابن ماجہ نے کتم وحنا کے ملے ہوئے خضاب کو اَحْسَنَ فرمایا اور اُسی حدیث پاک کو سب محدثین نے صحیح فرمایا۔ اگر غلط روایت کو بھی حدیث کہہ دیا جائے تو نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے کیونکہ تضاد بیانی ثابت ہوتی ہے کہ نبی کی زبان کبھی حنا و کتم کے سرخ خضاب کو اَحْسَنَ فرماتی ہے کبھی اس کے خلاف سیاہ کو اَحْسَنَ فرماتی ہے اور کبھی سیاہ سے منع کرتی ہے اور مطابقت ناممکن منکرین حدیث کو انکار و گستاخی کا موقع دیتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ جھوٹی روایت کو جھوٹا ہی رہنے دیا جائے اس کو باطل نظریے کا سہارا نہ بنایا جائے۔ اسی طرح صحابہ و تابعین و ہزاروں علماء مشائخ کا ذکر کرنا بھی کذب بیانی اور جھوٹ تہمت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کر دیا۔ اسی لیے تمام مصنفین متقدمین و متاخرین عامۃ المشائخ و جمہور فقہا کا مسلک یہی بیان فرماتے ہیں کہ ان سب کے نزدیک کالا خضاب حرام ہے۔ مصنف کی چوتھی لغزش۔ مصنف مرحوم نے ترمذی کی ایک عبارت بطریقہ حدیث نقل فرمائی کہ آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو لوگوں کے لیے کھال کی پوستین پہنیں گے۔ یہ روایت ترمذی میں نہیں ملی میں نے تو بہت تلاش کی۔ بہر کیف اگر ہو بھی تو یہاں بھی مصنف کی عقل و فکر نے کام نہیں کیا۔ اور غلط مطلب سمجھا۔ یہ روایت بھی پوستین پہننے کو ہی اُس قوم کا جرم قرار دے رہی ہے۔ اُس لیے فرمایا گیا۔ یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ۔ ان کا پوستین پہننا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہوگا فرمایا گیا لِلنَّاسِ اور ان کی میٹھی گفتگو بھی لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ہوگی۔ اور واقعی اس فریب کاری کے لیے پوستین

پہننا میٹھی چاپلوسی کی باتیں کرنا سب حرام ہیں۔ ہاں اگر ویسے اپنی عزت یا عجز وانکسار کے لیے کوئی پہنے تو جائز ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی جاہل آدمی جبہ و دستار۔ اور علماء جیسا لباس پہنے تاکہ لوگ اُس کو عالم سمجھیں اُس سے مسئلے پوچھیں اور جھوٹے غلط شلط مسئلے بتانا شروع کر دے تو یہ جبہ و دستا اُس کے لیے حرام ہوگی۔ کوئی جعلی پولیس بن جائے تو حکومت کا مجرم ہوگا یا نہیں بس یونہی سمجھ لو کہ پوستین اور گودڑی اور لیا اور درویشوں کا لباس ہے۔ اگر کوئی جھوٹا پیر فقیر بنے تو یہی گودڑی پوستین اور تسبیح و مرقع اُس کے لیے منع ہے۔ اور وہ اس فریب دہی کے لباس سے شرعی مجرم ہوگا مصنف کی پیش کردہ روایت کا سچا مطلب یہی ہے۔ مصنف صاحب نے۔ جُلُوْدُ الضَّانِ اور يَلْبَسُوْنَ کو دیکھا لِلنَّاس کو نہ دیکھا اگر اتنی ہی فہم تھی تو کتاب وقلم پکڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ پانچویں لغزش یہ کہ مصنف نے دوسری تمثیلی روایت کی عبارت پیش نہ کی صرف ادھورا ترجمہ کانٹ چھانٹ کر لکھ دیا۔ اصل روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم غیب دانِ عالم نے وہابی نجدی گروہ کا نام لے کر ان کی نشانیاں بتائی ہیں کہ وہ سر منڈایا کریں گے اور لمبی نمازیں پڑھا کریں گے۔ صرف۔ يَكُوْنُ قَوْمٌ۔ يَا يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ۔ نہیں فرمایا۔ لہٰذا یہاں بھی مصنف کی بات نہیں بنی۔ پس ثابت ہوا کہ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ۔ سے۔ حرمت خضاب سیاہ ہی ثابت ہو رہی ہے۔ (اٹھارھویں غلطی۔) مصنف مرحوم ص۳ پر۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اُس روایت کو ضعیف کہہ رہے ہیں جس میں ہے کہ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حِنَّاءُ كَتَمٍ کا خضاب سب سے پہلے ابراہیم علیہ السّلام نے اور کالا خضاب فرعون نے لگایا۔ اور حوالے میں سراج منیر شرح جامع صغیر ص۲۴ عبارت نقل کر رہے ہیں کہ۔ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ۔ (جواب) باطل لوگوں کا یہ ایک فیشن بن چکا ہے کہ جس حدیث پاک کو نہ ماننا ہوا اُس کو ضعیف کہدیا۔ کتنا آسان ہے بچ نکلنا۔ یہ عادت وہابیوں سے چلی ہے۔ مصنف صاحب کو جب اس کا جواب نہ آیا تو باطل عقیدے کو بچانے کے لیے ضعیف کہدیا۔ اور پھر استدلال میں کیسی مجہول فنا کارہ عبارت۔ کہ۔ قَالَ الشَّيْخُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ۔ نہ معلوم کہ قال کا متکلم کون

ہے شیخ کون ہے کس حدیث کو ضعیف کہہ رہا ہے کیوں کہہ رہا ہے۔ کیا ثبوت ہے ضعیف ہونے کا حالانکہ ہم پہلے اپنی پانچویں دلیل میں مسند دیلمی کی سند سے اس روایت کو صحیح ثابت کر چکے ہیں اس کو جمع الوسائل جلد اوّل صفحہ ۱۰۲ پر ملا علی قاری رح نے اپنے دلائل میں بیان کیا ہے وہ اس کو ضعیف نہیں کہتے۔ علامہ مناوی نے اس کو صحیح فرمایا اور سب سے بڑی سند اس روایت کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ اعلیٰحضرت مجددِ بریلوی رضؓ نے اس کو اپنی دلیلوں میں شامل و شمار فرمایا۔ لہذا صرف مصنف صاحب اور اُن کے شیخ کے سر پھیرنے اور میں نہ مانوں کہنے سے تو یہ ضعیف نہیں ہوسکتی۔ آگے اسی صفحہ ۳۰ پر۔ مصنف ایک الزامی سوال قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دیکھو فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۳۴ میں ہے۔ وَعَنِ الْقَاسِمِ الصَّفَّارِ اَلْخُفُّ الْاَحْمَرُ خُفُّ فِرْعَوْنَ وَالْخُفُّ الْاَبْيَضُ خُفُّ هَامَانَ سرخ رنگ کا موزہ فرعون کا ہے اور سفید رنگ کا موزہ ھامان کا ہے۔ تو اگر کالا خضاب اس لیے منع ہے کہ وہ فرعون نے لگایا تو سرخ و سفید موزہ بھی فرعون وھامان کا ہے وہ بھی منع ہونا چاہیئے۔ نیز اسی کتابچی کے صفحہ ۳۱، صفحہ ۳۲ پر ٹوپی اور عمامے کی مثال دی ہے کہ ٹوپی صرف بغیر عمامہ کفار کی نشانی ہے۔ تو چاہیئے کہ صرف ٹوپی بغیر عمامہ پہننا بھی حرام ہونا چاہیئے۔ (جواب) فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۳۴ کا یہ قاسم الصفار جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ بہر کیف اگر سچ بھی ہو تب بھی فتاویٰ عالمگیری کے عام مصنفین کی عبارت کو فرمانِ نبوت کے مقابل لانا اور مساوی درجہ دینا سراسر گمراہی و گستاخی حدیث ہے۔ کہاں وہ وحیِ الٰہی کی زبان شریعتِ اسلام کے کلمات ترجمانِ خداوندی کے الفاظ۔ چشمۂ فیض و حکمت سرکارِ کائنات اور نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی ہاں اور نا کا نام شریعت اور جن کی ہر ہر ادا قانونِ الٰہی ہے۔ جن کے منہ مقدس کے ادا کیئے ہوئے جملے نطقِ قرآن و حکمِ رحمٰن بن جاتے ہیں۔ اور کہاں یہ بیچارے عالمگیری کے مولوی و مفتی۔ عالمگیری کا یہ کہنا غلط اور جھوٹ بھی ہوسکتا ہے۔ تاریخ کی یا وہ گوئی بھی ہوسکتی ہے۔ یا صرف تاریخی معلومات بھی ہوسکتی ہے قصہ کہانی بھی بنائی جاسکتی ہے عالمگیری کا یہ قول کوئی شریعت کا پیمانہ نہیں کہ اُس کو ایمان کی بنا دیا حرام وحلال کا معیار سمجھ لیا

جائے ایسے لاکھوں اقوال ٹھکرائے وجھٹلائے جا سکتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ واقعتاً یہ بات کسی نے بے پر کی چھوڑی ہو۔ اس لیے کہ عالمگیری نے جہاں یہ عبارت لکھی ہے وہاں کے سیاق وسیاق سے یہ عبارت بے تکی سی معلوم ہوتی ہے سمجھ نہیں آتا کہ مولف نے یہ بیکار بے فائدہ بے جوڑ عبارت کس مقصد کے لیے یہاں لکھ دی ہاں اگر یہ عبارت فرمانِ نبوت ہوتا تو واقعی سرخ اور سفید موزے سے مسلمانوں کو نفرت ہو جاتی اور عبارت لکھنے کا مقصد سمجھ آجاتا۔ اسی بے جوڑ۔ بے تکی ہونے کی وجہ سے دل کہتا ہے کہ یہ عبارت جھوٹی ہے۔ اور اگر سچی بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ اس کو تاریخی معلومات میں شمار کیا جائے گا۔ لیکن وہ فرعون وخضاب کی حدیثِ مقدسہ اُن کے الفاظ ہیں جن کی زبان پر قرآن بولتا ہے۔ جن کے لب ودنداں مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کے لقبِ عظیم سے مزین ہیں۔ افسوس مولنا کہ تم نے کس کے مقابل کس کو لا کھڑا کیا۔ مَا قَدَرُوا الْحَدِیْثَ الْمُقَدَّسَۃَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مورخ بن کر نہیں آئے کہ صرف تاریخی معلومات سمجھاتے رہیں۔ آپ کا ہر ہر لفظ قانون ساز ہے اس حدیث پاک سے یہی فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانوں کالے خضاب سے نفرت کرو کیونکہ اس کی ابتدا ہی ظالم و کافر سے ہے اس طرح پر اور بھی بہت سے قانونِ اسلامی ہیں جس کی وجہ کراہت فقط کفار سے نفرت پیدا کرنا ہے۔ رہا عالمگیری کی عبارت تو اس کی فرمان نبوت کے مقابل حیثیت ہی کیا ہے۔ نیز وہ عبارت لفظاً بھی غلط ہے۔ کیونکہ لکھا ہے وَالْخُفُّ الْاَبْیَضُ ھَامَان۔ یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس کو بنانے والا عربی سے جاہل ہے۔ اِس عبارت کا ترجمہ بنتا ہے۔ کہ سفید موزہ ھامان ہے۔ مصنف صاحب بے چارے شاید نیند میں ایسی عبارت بنا گئے جس کا سر پیر ہی نہیں رہا ٹوپی عمامے کا مسئلہ تو وہ اپنی جگہ درست ہے۔ مگر خطیب مذکور مولوی صاحب کی سمجھ میں نہیں آسکتا ایسے ارشاد سمجھنے کے لیے وسیع علم تدبر، تفکر، تجربہ مشاہدہ۔ اور ذہن وعقل کی محنت کرنی پڑتی ہے خیال رہے کہ اسلامی قانون دو قسم کے ہیں ۱؎ محکم ومستقل ۲؎ عارضی وہنگامی۔ قانون محکم وہ ہوتا ہے جو کسی وجہ سے نہ ہو وہ دائمی ہر مسلمان مرد وعورت کے لیے یا فقط مرد یا فقط عورت

کے لیے ہر وقت ہر جگہ ہر ملک میں فرض واجب یا نفل سنت مستحب رہتا ہے۔ لیکن ہنگامی قانون کسی خاص وجہ سے عارضی طور پر واجب لازم یا مستحب کیا جاتا ہے جب وہ وجہ ختم ہو جائے یا جس جگہ وہ وجہ نہ پائی جائے وہاں سے وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مستحکم و مستقل کی مثال تو پوری شریعت اسلامیہ ہے لیکن ہنگامی وعارضی حکم تو اُس کی دو صورتیں ہیں ۱: جب کوئی کام کسی کافر قوم کا مذہبی شعار بن جائے تو وہ کام اُس وقت تک تمام مسلمانوں پر وہ حرام ہو گا جب تک وہ کفار کا مذہبی نشان بنا رہے گا۔ لیکن جب وہ کافر قوم ختم ہو جائے یا ان کا مذہبی نشان بدل جائے۔ اُس وقت وہ کام حرام نہ رہے گا۔ مثلاً پہلے زمانے میں یہودی کفار کا نشان زنار باندھنا تھا۔ آج کل عیسائیوں کا صلیب لٹکانا وغیرہ وغیرہ ۲: جب کوئی کام کفار کی دنیوی نشانی اور شناخت بن جائے۔ وہ کام مسلمانوں پر اس وقت اور اُس علاقہ تک حرام ہے جب تک اور جہاں تک وہ کفار رہتے ہوں یا مشہور ہوں۔ یہ کام مسلمانوں پر حرام اور ممنوع ہوں گے مگر صرف اسی ماحول میں اُسی علاقہ میں جہاں تک لوگ ایسے کام کو دیکھ کر یہ محسوس کریں کہ وہی کافر ہے۔ مثلاً۔ یہاں برطانیہ اور یورپ میں سر پر چھوٹی سی گول کپڑے کی ٹوپی یہودیوں کی شناخت ہے اس طرح کالا اونچا ہیٹ عام یہودیوں کی نشانی ہے مگر ہندو پاک میں اسے کوئی نہیں جانتا نہ وہاں کوئی یہودی دکھائی دیتا ہے تو یہ ٹوپی اور یہ ہیٹ جس کا نام یہودی لغت میں ۱ کِپّا ۲ کو پلے ۳ بہلکا ہے ہیٹ کا نام۔ اسٹیریمر ہے، شرعی طور پر مسلمانوں کو پہننا یورپ میں حرام ہے پاکستان میں جائز ہے۔ اسی طرح سکھوں کی طرز پر پگڑی ان علاقوں میں پہننا حرام ہے جہاں لوگ سکھوں کو جانتے ہیں اگرچہ ان کی پگڑی بھی ٹوپی کے ساتھ ہے مگر جہاں سکھوں کا نام و نشان بھی نہیں وہاں ان کی طرز پر پگڑی مسلمان کو حرام نہ ہو گی۔ یہی حالت خضاب لگانے کا ہے۔ کہ سرخ پیلا رنگ والا خضاب اُن علاقوں میں لگانا ضروری ہے جہاں یہودی رہتے ہوں کہ وہ نہ لگائیں تو مسلمانوں کو اپنی شناخت بنانے کے لیے ضروری ہے تاکہ خَالِفُوهُمْ پر عمل ہو جائے لیکن جہاں یہودی نہیں رہتے مثلاً ہندوستان پاکستان تو وہاں اپنے سفید بالوں کو سرخ یا پیلا رنگ کا خضاب لگانا ضروری

نہیں۔ حدیثِ خضاب میں خالِفُوھم کا جملہ خضابِ حنا وکتم کی وجہ بتا رہا ہے اور جو حکم کسی وجہ سے ہو وہ عارضی و ہنگامی ہوتا ہے۔ اگر آج یہودی تمام رواجی طور پر سرخ خضاب لگانا شروع کر دیں تو مسلمانوں کو منع کر دیا جائے گا۔ لیکن خضابِ سیاہ کی ممانعت و کراہتِ تحریمہ میں کوئی وجہ نہیں بیان فرمائی گئی اس لیے کالے خضاب کی حرمت دائمی و مستقل قانون ہے۔ کہ دنیا بھر میں کسی وقت کسی عمر کسی حالت کا مرد مسلمان ہو یا اس کے بال پورے سفید ہوں یا ملے جلے سب کے لیے کالا خضاب حرام ہے۔ ہاں عورت پر کالا خضاب لگانا حرام یا مکروہ نہیں مسلمان عورت کو خضاب لگانا جائز ہے۔

چنانچہ جمع الوسائل شرح شمائل جلد اوّل ص۱۰۲ پر ہے۔ وَلِحَدِیْثِ اَبِیْ دَرْدَاءٍ رَفَعَہٗ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَخْرَجَہُ الطَّبَرَانِیْ وَابْنُ عَاصِمٍ وَسَنَدُہٗ لَیِّنٌ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ فَرَّقَ فِیْ ذَالِکَ بَیْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ فَاَجَازَھَا دُوْنَ الرَّجُلِ وَاخْتَارَہُ الْحَلِیْمِیُّ (الخ) ترجمہ ابو درداء کی ایک مرفوع حدیث پاک ہے جس کو طبرانی اور محدث ابن عاصم نے بھی روایت فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دنیا میں کالا خضاب لگائے گا اللہ تعالیٰ اس کا منہ قیامت کے دن کالا کر دے گا۔ اس کی سند نرم ہے۔ اور کچھ فقہاءِ کرام نے کالے خضاب کے مسئلے کو عورت مرد کے لیے منفرق کیا ہے کہ عورت کے لیے کالا خضاب لگانا جائز رکھا اور مرد کے لیے حرام و ناجائز۔ اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کالے خضاب کی حرمت دھوکہ دینے اور فریب کرنے کی وجہ سے ہے مرد کا کالا خضاب لگانا سراسر دھوکہ بازی ہے کیونکہ وہ داڑھی کو لگائے گا اور داڑھی کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ جو دیکھے گا وہ اس کو جوان سمجھ لے گا اور کالے خضاب کی نیت بھی یہی ہوتی ہے خواہ پیر صاحب لگائیں یا مرید صاحب عالم لگائیں یا عوام۔ لیکن عورت صرف سر کے بالوں کو لگا سکتی ہے اور ڈھکنا ہر عورت پر فرض ہے تو اس کے بالوں کا خضاب نہ کسی کو نظر آئے نہ کوئی دھوکہ کھائے دھوکہ ہمیشہ اجنبیوں کو دیا جا سکتا ہے اور اجنبی سے سر ڈھکنا فرض ہے۔ جب یہ عارضی و ہنگامی حکم کا فرق سمجھ لیا تو ٹوپی اور پگڑی بھی عارضی و ہنگامی

حکم ہے۔ اس لیے کہ صرف ٹوپی کی ممانعت زیِّ المشرکین کی وجہ سے ہے یعنی کفار کی نشانی ہونے کی وجہ سے اور کفار کی مخالفت تو واجب تو ان کی نشانی سے بچنا وهٹنا بھی واجب ہوگیا، بالکل سرخ خضاب جیسا مسئلہ ہے۔ تو جہاں جہاں ٹوپی پہننا کسی قسم کے کفار کی نشانی بن جائے وہاں کے لیے اعلیٰحضرت کا یہ فرمان بھی اور حدیث پاک کا شرعی حکم بھی لیکن جہاں پر کفار کی نشانی ٹوپی نہیں یا اس طرز کی ٹوپی نہیں وہاں صرف ٹوپی پہننا بغیر عمامہ جائز ہوگا۔ فَمَا جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا مصنف صاحب کو چاہئے تھا کہ زندگی میں یہ حدیث و عبارت استادوں سے سمجھ لیتے پھر قلم اٹھاتے۔ انیسویں غلطی۔ ص۲۳ پر مسلم دوم ص۱۹۳ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے۔ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا. قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا۔ ترجمہ تو فرمایا بے شک یہ کفار کے لباس میں سے ہیں ان کو مت پہنو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں ان کو دھو کر رنگ اتار دوں۔ فرمایا بلکہ ان کو جلا دو آگے مصنف اپنی نادانی کم فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ زرد رنگ کے کپڑوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کفار قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ میں دھو کر رنگ اتار دوں تو ارشاد ہوتا ہے کہ نہیں بلکہ جلا دو۔ حضور کی اس صریح اور شدید ممانعت اور لباس کے رنگ کو دھو دینے کے باوجود جمہور علما صحابہ و تابعین۔ امام اعظم ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک ثوب معصفر یعنی زرد رنگ کے کپڑے پہننا (الخ) مباح فرماتے ہیں چنانچہ امام نووی شرح مسلم میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الثِّيَابِ الْمُعَصْفَرَةِ قَالَ۔ وَالْمَصْبُوْغَةِ بِعُصْفُرٍ فَاَبَاحَهَا جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَبِهٖ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَمَالِكٌ لٰكِنَّهٗ قَالَ غَيْرُهَا اَفْضَلُ مِنْهَا۔ ترجمہ۔ علما نے پیلے رنگ کے کپڑے پہننے میں اختلاف کیا ہے جمہور (یعنی اکثر) علمائے صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والے علما نے پیلے کپڑے

پہننا بالکل جائز اور مباح حلال فرمائے اور یہی امام شافعی۔ امام ابو حنیفہ۔ اور امام مالک
نے فرمایا ہے کہ مباح ہے۔ لیکن صرف امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ پیلے کپڑوں سے
دوسرے رنگ کے کپڑے افضل ہیں۔ مصنف صاحب خود ہی اپنی اوندھی سمجھ کی وجہ
سے اُلجھتے ہیں اور پھر خود ہی حیران ہو کر سوال کرتے ہیں کہ جس طرح لباسِ معصفر
کو ثیاب الکفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح سیاہ خضاب کو کافر کا خضاب
فرمایا۔ تو یہ کیا وجہ ہے کہ پیلا لباس تو گناہ بھی نہ ہو مگر (ہائے ہمارا پیارا) کالا
خضاب کرنا۔ حرام قطعی۔ اور کرنے والا جہنمی ہو اور آخرت میں منہ کالا ہو۔ اس عظیم
فرق کی کیا وجہ۔ (جواب) ہاں آؤ ہم بتاتے ہیں کہ اس عظیم فرق کی کیا وجہ ہے
مگر پہلے اتنا سُن لو کہ خدا جب دین لیتا ہے سمجھ بھی جاتی رہتی ہے۔ سچ فرمایا
بزرگوں نے کہ انسان جب باطل پر چل پڑتا ہے تو اُس کا چراغ شعور بجھ جاتا ہے
اور معمولی اور نہایت آسان بات بھی نہیں سمجھ پاتا۔ اولاً تو یہ غور کرو کہ حدیث
پاک میں صریح وسعید وشدید ممانعت ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جمہور اپنا مذہب
اس کام کے جواز و مباح پر بنا لیں گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحی مخالفت
اور مقابلہ کریں۔ کیا ان جمہور کو جہنم کا خوف نہیں۔ کیا ان کو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ
وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ کی آیت غضب الٰہی یاد نہیں۔ پھر مصنف نے جمہوریت
تک ہی بات نہ رکھی اِس نے اپنی نادانی میں امام اعظم امام شافعی مالک کو بھی ملوث
کرنا چاہا اور امام نووی کو بھی بے شعور ہی سمجھ لیا۔ اور پھر کمال نادینی سے۔
فَمَا جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ کا جملہ بے موقعہ محل بطور تکیہ کلام بول دیا۔ اور
اندھے کی لاٹھی ہوا میں چلا دی۔ اللہ کے بندو اگر تم کو اپنی خود ساختہ اِس
اُلجھاؤ کا سلجھاؤ نہیں آتا تھا تو کتاب لکھنے کی کیا مصیبت پڑی تھی اور پھر گھبرا
کر اور جواب کی سمجھ نہ پاکر علماءِ حق کی منتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ بزرگو خدا
کے لیے جواب سمجھاؤ۔ فَمَا هُوَ جَوَابُکُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔ اسے علماء کرام جو
تم جواب دو گے وہ ہی ہم اپنا جواب سمجھ لیں گے اور گمراہی سے نکل آئیں
گے۔ مصنف صاحب نے اس کتاب میں بہت جگہ یہ جملہ تحریر فرمایا ہے یعنی
پہلے اپنی نا سمجھی سے خار دارِ غلطیات میں پھنس جاتے ہیں پھر جب نکلنے کا راہ

نہیں پاتے تو۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ (الخ) کہ بچاؤ۔ بچاؤ۔ آیئے مجدد یہاں ہم انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی غلط فہمی سے بچاتے ہیں۔ لہٰذا یا د رکھیئے اس حدیث پاک میں کسی بھی رنگ سے بحث نہیں نہ پیلے رنگ کے کپڑوں سے ممانعت ہے نہ شدید نہ خفیف۔ نہ امام نووی نہ جمہور نہ امام اعظم امام شافعی و امام مالک نے اِس حدیث پاک میں رنگ کی بحث سمجھی سب کی سمجھ بحمدہ تعالیٰ اِس حدیث مبارکہ کی فہم میں بالکل درست ہے۔ صرف ہمارے مصنف صاحب اور اِس طرح کی کم سمجھی والے حضرات جو پہلے زمانوں میں ہوئے اور انہوں نے اپنی کم فہمی سے اِس فرمان پاک سے پیلے رنگ کی ممانعت سمجھ لی امام نووی علیہ الرحمۃ اپنی شرح میں ائمہ اربعہ کے حوالے سے اُن ناسمجھوں کو جواب دے رہے ہیں کہ نادانوں اس حدیث پاک کی ممانعت شدید پیلے رنگ کی وجہ سے نہیں۔ نہ ہی مذہب اسلام رنگ و روپ میں کسی کو اُلجھاتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام نہ تو ہندوؤں کی طرح کسی کالے یا سبز رنگ کا پجاری بتائے کہ ان رنگوں کی مسلمانوں کو تعظیم کا حکم دے جیسا کہ آج کل زمانہ بعض کم عقل نادان پیر لوگ ہر کالے اور سبز رنگ کی تعظیم میں جھکے پڑتے ہیں اپنے مریدین کو بھی اِن دو رنگوں کی تعظیم کا حکم دیتے ہیں کہ کالے رنگ کی جوتی نہ پہنو۔ سبز رنگ کا فرش نہ بنواؤ کہ یہ غلاف کعبہ کا رنگ ہے اور یہ سبز گنبد کا رنگ ہے۔ اسلام ان خرافات کو نہیں مانتا اللہ تعالیٰ نے کالی بھینس کالا ریچھ بہت سے کالے حرام جانور پیدا فرما دیئے۔ یہاں تک کہ ہر مرد کے کالے بال ناف سے پیروں تک اُگا دیئے۔ اب کرو اِن کی تعظیم سجا کر رکھو تو کیسی ہیں۔ اسی طرح سبز گھاس کے میدان سجا دیئے کہ ہر طرح ان پر چلو پھرو گنتے دوڑاؤ مسلمان صرف اُس رنگ کی تعظیم کرے گا جو غلافِ کعبہ سے لگ چکا ہے آج کل کالا ہے تو کالے غلاف کی تعظیم ہے اگر کل کسی حکومت نے سرخ یا پیلا غلاف ڈال دیا تو اُس غلاف کی تعظیم ہو گی یہ تعظیم فقط کعبہ کی نسبت اور اُس کلمہ طیبہ کی وجہ سے ہے جو اُس پر لکھے ہوئے ہیں نہ کہ کپڑے یا کالے رنگ کی وجہ سے اسی طرح صرف اُس سبز رنگ کی تعظیم ہو گی جو سبز گنبد میں لگ چکا ہے۔ اُس لگے ہوئے رنگ کا ٹکڑا اگر ہم کو مل جائے تو تاج شاہی سے بھی زیادہ اُس کی تعظیم کریں گے یہ مومن کا فرض ہے۔ لیکن اُس کے علاوہ

کسی بھی ہرے کالے پیلے سرخ رنگ میں شریعتِ اسلامیہ مسلمانوں پر کوئی بھی حکم صادر نہیں فرماتی نہ کوئی رنگ واجب نہ کوئی حرام نہ مکروہ نہ تحریمی نہ تنزیہی۔ اسلام ان بناوٹوں اور خود ساختہ پابندیوں کے خلاف ہے۔ اسلام قرآن و حدیث کا نام ہے۔ ان کے تمام قوانین نہایت ٹھوس مضبوط بنیادوں پر ہوتے ہیں۔ ایسی ہی اڑتی باتیں نہیں ہوتیں اسلام کی حرام و حلال کی ہوئی چیزوں کی وجہ کوئی شناخت یا نشان یا نفع نقصان کی کی بنیاد ہوتی ہے روایت میں عورتوں جیسے کپڑے مردوں کو پہننے منع ہیں۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فقہاءِ کرام نے مسئلہ بتایا کہ ہر قسم کا چمکدار اور بھڑکیلے رنگ کا کپڑا بھی مرد کو حرام ہے اگرچہ اُس کی بناوٹ و نمونہ مردانہ طرز پر ہو۔ صرف اس لیے کہ چمکیلا کپڑا عورتوں کے لیے مخصوص ہو گیا وہ عورتوں کی شناخت بن گیا۔ اگرچہ سفید رنگ میں ہی چمک ہو لیکن بغیر چمک کے ہر قسم کے رنگ کا لباس مرد کو جائز ہے معلوم ہوا کہ رنگوں میں علّت حرمت نہیں بلکہ شناخت و مشابہت کی وجہ سے ہے اس طرح حدیث پاک میں بھی کہ جب آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو پیلے رنگ کے کپڑے پہنے دیکھا تو۔ منع فرماتے ہوئے رنگ کا بالکل ذکر نہ کیا۔ بلکہ فرمایا اِنَّ ھٰذِہٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ۔ یہ کپڑے اپنی بناوٹ اور نمونے میں کفار کے ہیں ان کو پہنے تو دیگر اجنبی مسلمان دھوکا کھا سکتے ہیں کہ یہ پہننے والا شاید کافر چلا آرہا ہے اس لیے لَا تَلْبَسْھَا اس کو کبھی نہ پہننا۔ (بلکہ اس ایک اشارے میں تا قیامت مسلمانوں کے لیے ایک قانون وضع فرما دیا کہ کسی دور میں کسی بھی رنگ میں ہو کفار کا شناختی اور مروجہ لباس کسی مسلمان کو پہننا جائز نہیں۔ خواہ پورا لباس ہو یا فقط ٹوپی۔ پگڑی۔ یا مخصوص ہیٹ کی شکل میں ہو)، مگر حضرت عبد اللہ بن عمرو جلدی میں فرمانِ نبوت کا اصل اشارہ اور وجہِ ممانعت نہ سمجھ سکے آپ کا دھیان پیلے رنگ کی طرف چلا گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ کیا میں اس رنگ کو دھو ڈالوں پھر کیا یہ لباس جائز رہے گا۔ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ ان دونوں کپڑوں کو جلا دو۔ یعنی یہ ممانعت رنگ کی وجہ سے نہیں وہ تو واقعی دُھل کر ختم ہو جائے گا۔ اصل ممانعت تو اس کی نشانِ کفار والی بناوٹ کی وجہ سے ہے جو دھلنے سے ختم نہیں ہو سکتی اس کا ایک ہی علاج ہے

کہ جلا کر اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو۔ یہ اتنی شدید ممانعت ہے کہ اس نشانِ کفر اور کفار کی اس وردی کو تم نہ کسی کو دے سکتے ہو کافر کو بھی نہیں کہ تعاوُن علیٰ الکفر کے مشابہ ہے اور نہ اس کو اپنے پاس اپنے گھر میں ظاہر یا پوشیدہ رکھ سکتے کہ کل کوئی دوسرا مسلمان نہ پہن لے یا کوئی آدمی کچھ زمانے گزرنے کے بعد صحابی کے گھر سے ملا ہوا تبرک سمجھ کر تعظیماً تبرکاتِ صحابہ میں شامل نہ کر دے۔ ان تمام خدشات کے پیش نظر فرمایا۔ بل اَحرِقھُمَا۔ اِس نشانِ کفر کو جلا کر فنا کر دو۔ تمام فقہا نے اسی حدیث پاک کے استدلال و استنباط سے ہر دور کے کفریہ نشانات و شناخت والے لباس کو مسلمانوں کے لیے حرام فرمایا۔ لیکن نووی دَور کے چند کم فہم علماء نے اس حدیث پاک سے پیلے رنگ کی ممانعت سمجھی ان کی تردید فرماتے ہوئے امام نووی نے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاءِ صحابہ و تابعین کا مذہب و مسلک ظاہر فرمایا کہ نادانوں حدیث پاک کا وہ منشا نہیں جو تم سمجھ بیٹھے ہو۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ زبانِ نبوت تو ایک چیز کو شدت سے منع فرمائیں اور جمہور فقہا تو درکنار کوئی ایک مسلمان ہی اُس کو مباح کہہ دے۔ زبانِ رسالت سے شدت کی ممانعت کو فقہاءِ اسلام حرامِ قطعی کہتے ہیں۔ نہ کہ مباح۔ یہاں لباسِ معصفر کو مباح کہکر حدیث کی سچی فہم کا اشارہ فرما دیا۔ کیوں مصنف صاحب اب آپ کو حدیث کی سچی سمجھ آئی؟

رب تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے میری قلبی دعا ہے۔ کیونکہ آپ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نعت خوان ہیں یقیناً رب تعالیٰ رحمٰن و رحیم بندوں کی ایسی لغزشیں معاف فرما دیتا ہے۔ یہ تردیدی جواب صرف اس لیے لکھ رہا ہوں کہ خطرہ موجودہ زندہ لوگوں سے ہے کہ وہ کہیں اِس غلط کتاب سے گمراہ ہو کر کالے خضاب کی حرمت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔

(بیسوی غلطی) صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ مسلم شریف میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم۔ لَا تَاْکُلُوْا بِالشِّمَالِ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِالشِّمَالِ۔ ترجمہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا فعلِ شیطان ہے۔ (جواب)

مصنف کی یہ بات بالکل درست ہے واقعی بائیں یعنی اُلٹے ہاتھ سے کھانا تمام فقہا اور شارحین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے کیونکہ بفرمانِ نبوت شیطان کا کام ہے۔ اور کسی صورت میں کسی مرد یا عورت مسلمان کے لیے کبھی بھی جائز نہیں اور اگر کوئی مسلمان بلا سخت مجبوری۔ اور بغیر عذر اُلٹے ہاتھ سے کھائے گا تو گناہِ کبیرہ وفعل حرام کا مرتکب ہوگا۔ یہاں تک تو مصنف ٹھیک چلے مگر آگے چل کر بے عقلی و کج فہمی کا ثبوت دے دیا۔ کہ اس حدیث مبارکہ پر ایک الزامی سوال قائم کر دیا۔ فرماتے ہیں۔ امام بدر الدین عینی اپنی شرح عمدۃ القاری جلد ۲۱ ص ۲۸ پر لکھتے ہیں دائیں ہاتھ سے کھانا ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب ہے یہی امام غزالی اور امام نووی کی تصریح ہے۔ دوم یہ کہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمت مراۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ دودھ یا پانی وغیرہ ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے جمہور علما کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے۔ اس شرح سے ثابت ہوا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا پینا مستحب ہے۔ آگے اپنی بیچر لگاتے ہیں۔ اگر بائیں ہاتھ سے کھائے پیئے گا تو مستحب کے خلاف کا مرتکب ہوگا۔ اور مستحب کا خلاف یا ترک گناہ نہیں۔ تو کیا فرماتے ہیں۔ اشتہاری مولوی کہ سب سے بڑے کافر ملعون دشمنِ خدا شیطان کے فعل کو کرنے والا اور آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والا گنا ہگار کیوں نہیں۔ (جواب۔) مصنف صاحب کی عقل و فکر پر کبھی تو ہنسی آتی ہے اور کبھی رونا۔ واللہ اگر میرے علم میں اُس وقت یہ تحریر آجاتی تو میں اُن کا یہ قلم پکڑ کر ہمیشہ کے لیے جلا دیتا۔ یہاں محترم مرحوم نے چار ٹھوکریں کھائیں ہیں ایک یہ کہ عینی کی پوری عبارت نہیں لکھی دوم یہ کہ بائیں اور دائیں سے کھانے کی ممانعت اور استحبابی جواز میں فرق نہ جانا۔ سوم یہ کہ اُلٹے (بائیں) ہاتھ سے کھانے کو ترکِ مستحب کے زمرے میں شامل کیا۔ چہارم یہ کہ ہر مستحب کو مصنف نے ایک ہی درجہ دیا کہ ان کے نزدیک ہر مستحب کا ترک گناہ نہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اس پوری عبارت اور الزامی سوال میں دائیں بائیں سے کھانے نہ کھانے کا تعلق اس کتاب سے کیا ہے۔ اور حرمتِ خضابِ سیاہ کے بیان اور مخالفت میں اس چلنے کی کیا

ضرورت و نسبت تھی۔ بہر حال قلم ہاتھ لگ گیا ہے جو چاہیں لکھتے پھریں۔ واضح رہے کہ عینی نے ان ہی صفحات پر یہ بھی لکھا کہ۔ وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِي فِي الْاَمْرِ عَلٰى وُجُوْبِهٖ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے سیدھے ہاتھ سے کھانے کو واجب قرار دیا ہے۔ اور عینی جلد ۲۱ کے صہ ۲۹ پر ہے۔ وَ اَمَّا الْاَكْلُ بِالْيَمِيْنِ فَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهٗ وَاجِبٌ لِظَاهِرِ الْاَمْرِ وَ بِوُرُوْدِ الْوَعِيْدِ فِي الْاَكْلِ بِالشِّمَالِ ترجمہ وائیں (سیدھے) ہاتھ سے کھانا بعض علما کے نزدیک واجب ہے کیونکہ حدیث شریف کے ظاہری امر سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے۔ (اور کسی حکم کو مستحب بنانے کے لیے کسی دلیل یا قید کی شرط ہے) اور بائیں ہاتھ سے کھانے پر سخت وعید آئی ہے۔ نیز یہ کہ سیدھے ہاتھ سے کھانا مستحب ہے اور مستحب کا ترک گناہ نہیں لیکن اس ترک سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ضرور وہ بائیں اور اُلٹے سے ہی کھائے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ دائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پئے بلکہ منہ لگا کر پیئے۔ بغیر کوئی ہاتھ استعمال کئے ہوئے جیسے کہ عموماً دیہاتی کرتے ہیں یا وہ ہاتھ کے بجائے چمچے سے کھالے۔ اس صورت میں ترک مستحب ہو گیا مگر بائیں ہاتھ سے سراسر گناہ ہی ہوگا۔ کیونکہ سخت وعیدیں وارد ہیں۔ اس لیے مصنف صاحب کا الزامی سوال غلط ہے۔ خلاصہ یہ کہ سیدھے ہاتھ سے نہ کھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی بندہ اُلٹے ہاتھ ہی سے کھائے کھانے پینے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں دائیں کے اِستحباب سے اُن دیگر طریقوں کا جواز و اجازت ثابت ہوئی دائیں سے کھانا شرعاً مستحب اور بائیں سے کھانا حرام دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

اکیسویں غلطی۔ صفحہ ۳۶ پر لکھتے ہیں۔ عَنْ اَبِيْ رَيْحَانَةَ۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ عَشْرٍ۔۔۔۔ وَ لُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِيْ سُلْطَانٍ۔ (مشکوٰۃ) دیکھئے اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے بادشاہوں کے اور کسی کے لیئے انگوٹھی پہننا منع فرمائی۔ باوجود اس ممانعت کے آپ لوگ انگوٹھی کیوں پہنتے ہو (جواب) مصنف صاحب کی اِن کچی بچگانہ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صاحب کو نہ تو فقہ کے

مسائل سے کچھ لگاؤ اور واقفیت ہے اور نہ ہی احادیث کے علوم و معارف کی تحقیق ہے۔ ابو ریحانہ (جن کا نام مبارک شمعون بن زید ازدی ہے انصار کے حلیف اور آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں) کا یہ فرمانا منسوخ ہے حضرت انس کی اس حدیث پاک سے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو چاندی کی انگوٹھی کی اجازت دی ہے۔ خیال رہے کہ احادیث پاک میں سونے پیتل لوہے تانبے وغیرہ کی انگوٹھی سے منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں روایت اس طرح ہے۔

بحوالہ عُمدَۃُ القَارِی جلد ۲۲ صہ ۳۳ وَمِنْ ذَالِکَ مَا رَوَاہُ اَحْمَدُ اَیْضًا مِنْ حَدِیْثِ عَمَّارِ بْنِ عَمَّارٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی فِیْ یَدِ رَجُلٍ خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ فَقَالَ اَلْقِ ذَا۔ فَتَخَتَّمَ بِخَاتَمٍ مِنْ حَدِیْدٍ فَقَالَ ذَا اَشَرُّ مِنْہُ فَتَخَتَّمَ مِنْ فِضَّۃٍ فَسَکَتَ۔ ترجمہ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو فرمایا اتار دے اس کو۔ ان صحابی پاک نے اتار دیا اور پھر لوہے کی انگوٹھی بنا کر پہن لی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھی تو فرمایا یہ تو اس سے بھی زیادہ شر ہے (بری ہے) پھر اس نے چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر کچھ نہ فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے امام عینی نے ابو ریحانہ کی حدیث کا جواب دیا ہے کہ ابو ریحانہ والی حدیث کی نہی وجوب پر نہیں بلکہ اولویت پر ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

اَنَّ الْحَمْلَ بِہٖ لَا عَلٰی طَرِیْقِ الْوُجُوْبِ بَلْ عَلَی الْاَوْلَوِیَّتِ وَتَرْکُہٗ اَوْلٰی بِغَیْرِ ذِیْ سُلْطَانٍ لِاَنَّہٗ نَوْعٌ مِنَ التَّزَیُّنِ وَالْاَلْیَقُ بِالرِّجَالِ خِلَافُہٗ۔ (مصنف کا یہ الزامی اعتراض نَھیٌ عَنِ الْخِضَابِ الْاَسْوَدِ پر ہے۔ ترجمہ۔ بادشاہ اور حاکم کے علاوہ کسی اور شخص کو پہننا فقط فیشن ہے اور مردوں کو فیشن سے بچنا لائق ہے۔ ثابت ہوا کہ حرام یا مکروہ نہیں لہٰذا مصنف صاحب کا یہ اعتراض کہ انگوٹھی سے منع کے باوجود آپ سب لوگ کیوں پہنتے

ہو۔ غلط اور ناسمجھی کی بنا پر ہے علمی مطالعے کی کمی سے اکثر ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں ہاں یہ سوال کہ کالے خضاب کی ممانعت والی حدیث سے حرمت ثابت اور انگوٹھی والی ممانعت سے اولویت ثابت یہ کیا وجہ۔ تو خیال رہے کہ دین اسلام کے تمام مسائل احکام و قانون جن کا ماخذ صرف قرآن و حدیث ہے۔ وہ دس قسم کے ہیں ۱ جائز ۲ واجب ۳ فرض ۴ مستحب ۵ اولیٰ ۶ ناجائز ۷ مکروہ تحریمی (اس کو حرام ظنی بھی کہا جاتا ہے) ۸ مکروہ تنزیہی ۹ حرام قطعی ۱۰ ترکِ اولیٰ۔ مگر یہ الفاظ و القاب آیت یا احادیث سے ثابت نہیں یہ القاب فقہاءِ کرام نے خود مقرر کئے ہیں۔ یعنی فقہاء کرام نے آیات و احادیث سے استنباط فرما کر کسی کام کو فرض کسی کو واجب کسی کو مستحب کسی کو اولیٰ کا نام دیدیا۔ اسی طرح ممانعت کی آیات و احادیث سے فقہا نے استنباط کر کے کسی کو ناجائز کسی کو مکروہ کسی کو حرام کہدیا۔ اس کی تفصیل ایک علیحدہ کام ہے یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ جس عمل پر ممانعت کے ساتھ جھڑک اور شدت والی وعید بھی آجائے فقہاءِ عظام کے نزدیک وہ کام حرام ہوتا ہے تو چونکہ کالے خضاب کی ممانعت کے ساتھ سخت جھڑک اور عذاب شدید کی وعید بھی ہے اس لیے جمہور یعنی تمام فقہا علماء مشائخ خاص کر آئمہ اربعہ نے کالے خضاب کو تا قیامت ہر عمر والے ہر قسم کے بالوں کے لیے متفقہ طور پر حرام قرار دیا۔ جنہوں نے مکروہ فرمایا ان کا منشاء بھی مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی ہی کا دوسرا نام حرام ظنی ہے۔ ہاں انفرادی طور پر کسی کا خضابِ سیاہ کو جائز کہہ دینا یا لگانے لگوانے کا فیشن کرنا فرقہ بازی و تخریب کاری ہے ایسے تخریب کار ہر دور میں ہوتے رہتے ہیں اور جھوٹی بناوٹی عبارتوں روایتوں کا سہارا پکڑتے رہتے ہیں ہمارے مصنف صاحب بھی ایسے ہی لوگوں کی عبارتوں سے دھوکا کھا گئے۔ (بائیسویں غلطی) کتابچی کے ص ۳ پر ہی۔ اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْهَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ کہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ سَنَدُہٗ لَيِّنٌ (دیکھو وہاب) علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ یا جمع الوسائل کا بس صرف اتنا کہدینا کسی حدیث کو ضعیف نہیں کرتا۔ دو وجہ سے۔ پہلی یہ کہ یہ حضرات صرف شارح

ہیں محدث نہیں علم اصولِ حدیث کے مطابق احادیث میں صرف محدث کی جرح وتنقیص وتقسیم معتبر ہوتی ہے نہ کہ غیر محدث کی کیونکہ محدث کی نگاہ اسماءُ الرجال پر ہوتی ہے لہٰذا علامہ عسقلانی یا مُلّا علی قاری کا اتنا سا جملہ بول دینا۔ بالکل نامقبول ہے دوم یہ کہ لین ہونے کی وجہ بتانی ضروری ہے کیونکہ اُصولِ حدیث میں لین کی پانچ قسمیں ہیں (۱) لین فی الراوی (۲) لین فی اسم راوی (۳) لین فی الفاظ متن (۴) لین فی بیان حدیث۔ یعنی حدیث کس طرح پہنچی۔ حَدَّثَنَا سے یا اَخْبَرَنَا سے۔ نِی سے یا اَنَا سے اَخْبَرَنِی یا حَدَّثَنِی یا حَ وحَدَّثَنَا یعنی تحویل سے۔ ان میں پہلی قسم روایت کو صرف نرم کرتی ہے ضعیف وہ بھی نہیں کرتی اور باقی چار قسمیں کوئی فرق نہیں ڈالتیں اُس سے حدیث پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر مصنف صاحب نے جھٹ سے حدیث پاک ضعیف کہہ دیا اس سے ان کا اپنا لینُ ہونا ثابت ہو گیا۔ عسقلانی علیہ الرحمۃ کو بتانا چاہیئے تھا کہ کیوں لینُ ہے۔ دیکھئے حقانیت تو یہ ہے کہ عسقلانی علیہ الرحمۃ نے فقط لین کہا ضعیف انہوں نے بھی نہ کہا۔ یہ ضعیف ضعیف کی رٹ لگانا مصنف کی اپنی بناوٹی لغزش ہے۔ ذیئیسویں غلطی، کتابچی کے صفحہ ۳۷ پر مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت لکھ کر اُس پر ایک اِلزامی سوال قائم کرتے ہیں اور آخر میں وہی تکیۂ کلام کہ۔ فَمَا جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔ یعنی ہم کو اس سوالِ خود کردہ کا جواب نہیں آتا تم جواب دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو جواب تم دو گے ہم اسی کو اپنا جواب بنا لیں گے اور تمہارے جواب سے متفق ہو جائیں گے چنانچہ لکھتے ہیں۔ حضرات اَسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَۃً مِنْ ذَھَبٍ تُقُلِّدَتْ فِی عُنُقِھَا مِثْلُھَا مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَیُّمَا امْرَأَۃٍ جَعَلَتْ فِی اُذُنِھَا خُرْصًا مِنْ ذَھَبٍ جَعَلَ اللّٰہُ فِی اُذُنِھَا مِثْلَہٗ مِنَ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (مشکوٰۃ) ترجمہ۔ کہ جو عورت سونے کا ہار پہنے گی قیامت کے دن اُس کی گردن میں اس طرح کا آگ کا ہار پہنایا جائے گا اور جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالی پہنے گی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کے کانوں میں اسی طرح کی آگ کی بالی ڈالے گا۔ اس حدیث میں سونے کے ہار اور بالیوں کی ممانعت وعیدِ سخت کے ساتھ ہے اِس کے باوجود آپ کے گھروں میں سونے کے زیورات

پہنتے بھی جاتے ہیں اور آپ اس کے جواز کے بھی قائل ہیں ایسا کیوں ہے۔ مصنف صاحب کہنا یہ چاہتے ہیں کہ خضاب سیاہ پر اگر سخت وعید کے ساتھ ممانعت آجائے تو آپ لوگ اس کو ناجائز و حرام کہہ دیتے ہو۔ مگر یہاں ممانعت اور وعید شدید کے باوجود یہ سونے کا زیور جائز رہا۔ یہ فرق کیوں اس کا جواب کیا (جواب) مصنف صاحب اپنے کالے نظریئے کو بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے ہر جائز ناجائز مفید و غیر مفید حربہ استعمال کر رہے ہیں مگر بات پھر بھی نہیں بنتی۔ ایسی آسان اور واضح حدیث پاک میں بلا وجہ اُلجھاؤ اور الزامی سوال پیدا کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ دنیا میں اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں مگر اہل عقل جانتے ہیں کہ یہ سوال نہیں بلکہ بچگانہ ضد ہے اور اس طرح کی ضدوں سے اپنا فائدہ کبھی نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلمانوں کو اَحادیثِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوک و شبہات میں ڈالا جا رہا ہے اور منکرینِ حدیث کو اَحادیث کی گستاخی کرنے کا موقعہ فراہم کیا جا رہا ہے۔ مصنف کی ان حرکات سے تاثر یہ لیا جائے گا۔ کہ معاذ اللہ آقاءِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں تضاد بیانیاں ہیں۔ سوچنے والا کیا سوچے گا کہ اسی مشکوٰۃ کے ص۳۷۵ کتابُ اللّباس میں ہے عَنْ اَبِیْ مُوسٰی اَلْاَشْعَرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم قَالَ اُحِلَّ الذَّھَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاُنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا۔ رَوَاہُ التِّرمِذِی وَالنَّسَائِیُ وَقَالَ التِّرمِذِی ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ ترجمہ۔ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آقاءِ کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی تمام عورتوں کے لیے سونا اور ریشم پہننا حلال کیا گیا ہے اور مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے۔ اس حدیث پاک کو دیکھ کر مسلمان عورتیں ہر قسم کا سونا ہار بندے بالیاں پہنتی ہیں ہر مسلمان کے گھر میں اور ساتھ ہی اسی مشکوٰۃ کے تین صفحہ بعد ص۳۷۹ پر مصنف کی نقل کردہ یہ حدیث ہے پس اگر ہر مسلمان کی کم عقلی اور نافہمی مصنف صاحب کی طرح ہو تو اسلام میں مصیبت پڑ جائے۔ کاش مصنف کسی دینی مدرسے میں پڑھ لیتے تو اس طرح کی الجھنوں میں نہ پڑتے یہ حدیث پاک صاحبِ مشکوٰۃ نے مصابیح کی نقل کرتے ہوئے